سازِ مشرق

(اردو آہنگ میں)

حصہ اول

مرتبہ

حسن الدین احمد

ولا اکیڈیمی حیدرآباد

سازِ مشرق

اُردو آہنگ میں

حصّہ اوّل

مُرتّبہ

حسن الدین احمد

وِلا اکیڈیمی حیدرآباد

سلسلۂ مطبوعات وِلا اکیڈیمی (۴۲)

زمانہ اشاعت ڈسمبر ۱۹۷۹ء

تعداد اشاعت ایک ہزار

کتابت محمد عارف الدین

طباعت دائرہ پریس چھتہ بازار، حیدرآباد

قیمت ۲۰ بیس روپے

ناشر

وِلا اکیڈیمی

ملنے کا پتہ

وِلا اکیڈیمی، عزیز باغ، سلطان پورہ، حیدرآباد

۵۰۰۰۲۴

ترتیب

ابتدائی باتیں — حسن الدین احمد — ۷

حصۂ عربی

۱۔ سورۂ فاتحہ — سیمابؔ اکبر آبادی — ۱۵
۲۔ سورۂ فاتحہ — کیفؔ بھوپالی — ۱۶
۳۔ سورۂ فاتحہ — حفظ الکبیر پرؔواز — ۱۷
۴۔ قصیدۂ بُردہ شریف — پیرزادہ محمد حسین خاں عارفؔ — ۱۸
۵۔ قصیدۂ بُردہ شریف — غلام احمد محاسب جنگؔ — ۲۸
۶۔ قصیدۂ بُردہ شریف — محمد عبد الوہاب عندلیبؔ — ۳۸
۷۔ قصیدۂ بُردہ شریف — عبد الغفور خاں ناؔمی — ۵۳
۸۔ قصیدۂ بُردہ شریف — محمد فیاض الدین نظاؔمی — ۶۲
۹۔ قصیدۂ بُردہ شریف — غلام رسول کامگار کشتواڑی — ۷۲
۱۰۔ تحفۂ مرسلہ — ملّا عبد الباسط — ۸۱
۱۱۔ رباعیات خواجہ میر دردؔ — راجہ گروھاری پرشاد باقؔی — ۸۶

۱۲۔	قصیدہ	نظم طباطبائی	۸۷
۱۳۔	بے مثال پاکبازی	مس ریحانہ	۸۹
۱۴۔	افسانۂ غم	سید محمود اعظم فہمی	۹۰
۱۵۔	نسیمِ نجد	حکیم محمد حسین عرشی	۹۲

حصّۂ فارسی

۱۶۔	رباعیات حضرت ابو سعید ابوالخیر۔	حکیم ہلال اکبری	۹۳
۱۷۔	رُباعیات عمر خیام	راجہ گردھاری پرشاد باقی	۹۷
۱۸۔	رباعیات عمر خیام	احتشام الدین حقی	۱۰۰
۱۹۔	رباعیات عمر خیام	آزاد توکلی	۱۰۱
۲۰۔	رباعیات عمر خیام	ڈاکٹر مہندر راج سکسینہ	۱۰۳
۲۱۔	رباعیات عمر خیام	مختلف شعرا	۱۰۴
۲۲۔	قندِ مکرّر (رباعیات مولانا روم)	حکیم ہلال اکبری	۱۱۰
۲۳۔	مغربی پھول (رباعیات سعدی)	مولانا حالی	۱۱۵
۲۴۔	کلام خسرو	مختلف شعرا	۱۱۶
۲۵۔	غزل حافظ الایا ایہا الساقی ادر کاساً وناولہا	محمد احتشام الدین حقی	۱۱۹
۲۶۔	غزل حافظ مروکہ در غم ہجر تو از جہاں بروم	محمد احتشام الدین حقی	۱۲۰
۲۷	غزل حافظ مسلماناں مرا وقتے دلے بود	محمد احتشام الدین حقی	۱۲۱
۲۸۔	غزل حافظ اے نسیم سحر آرام گہ یار کجاست	محمد احتشام الدین حقی	۱۲۲
۲۹۔	غزل حافظ ساقیا برخیز و دردہ جام را	محمد احتشام الدین حقی	۱۲۳

۳۰۔	غزل حافظؔ اے کہ در کوئے خراباتؔ مقامے ،	محمد احتشام الدین حقیؔ	۱۲۴
۳۱۔	اشعار حافظؔ	منورؔ لکھنوی، احسن مفتاحیؔ	۱۲۵
۳۲۔	مئے دو آتشہ (رباعیات مولانا عبدالرحمٰن جامیؔ)،	حکیم ہلالؔ اکبری	۱۴۰
۳۳۔	منقبت از جنید بغدادی	باقرؔ امانت خانی	۱۴۴
۳۴۔	رباعیات سرمدؔ	عرشؔ ملسیانی	۱۴۸
۳۵۔	رباعیات خواجہ میر دردؔ	راجہ گردھاری پرشاد باقیؔ	۱۵۲
۳۶۔	چراغِ دیر (غالبؔ)	اخترؔ حسن	۱۵۴
۳۷۔	رباعیات علّامہ مشرقی	مختلف شعرا	۱۶۲
۳۸۔	اتحادِ اُمّت (عزیز جنگ ولاؔ)	باقرؔ امانت خانی	۱۷۴
۳۹۔	جرعاتِ اقبالؔ	صالحہ عرشی	۱۷۸
۴۰۔	خطاب بہ مہر عالم تاب (اقبالؔ)	مضطر مجازؔ	۱۸۰
۴۱۔	حضورِ حق (اقبالؔ)	مضطر مجازؔ	۱۸۳
۴۲۔	سلطان شہید (اقبالؔ)	مضطر مجازؔ	۱۸۶

پیش لفظ

سازِ مغرب کے سات حصوں میں زبان انگریزی سے کئے گئے ۶۸۱ منظوم ترجمے شامل ہیں۔ اب ساز مشرق کا پہلا حصہ اہلِ ذوق کی خدمت میں پیش ہے۔ اس حصہ میں عربی اور فارسی سے کئے گئے منظوم ترجمے شامل ہیں۔ سازِ مشرق اردو میں اپنی نوعیت کی پہلی پیش کش ہے
جہاں تک عربی زبان کا تعلق ہے اردو میں ایک معتد بہ سرمایہ عربی تراجم کا ہے۔ اس حقیقت کو کون نہیں جانتا کہ زبان اردو ترجموں ہی کے ذریعہ ایک معیاری زبان بنی۔ عربی، فارسی، انگریزی اور سنسکرت کے علاوہ علاقہ واری زبانوں کے ترجموں کا ہماری زبان کی ساخت اور ترقی میں نمایاں حصہ رہا۔ عربی سے جو علم وفن کی زبان ہے زیادہ تر ترجمے نثر میں ہوئے۔ منظوم ترجموں کی تعداد نسبتاً کم ہے۔

گو قرآن پاک منظوم نہیں ہے، لیکن قرآن پاک کے منظوم ترجموں کو جمالیاتی ترجموں میں بہرحال شریک کیا جاسکتا ہے اس وقت تک قرآن مجید

کا ایک سو سے زائد زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ دنیا کی ساری زبانوں کے مقابلہ میں اردو میں قرآن شریف کے ترجموں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ بالفاظ دیگر قرآن مجید کے کثیر التراجم السنہ میں اردو کا نام سرِ فہرست ہے۔ جس میں بقول ضمیر نیازی کوئی نوے تراجم کا پتہ چلتا ہے۔[ف۱] ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی دریافت کے مطابق بھی قرآن پاک کے اردو تراجم کی تعداد نوے ہے۔

ضمیر نیازی نے اپنے مقالہ میں منظوم تراجم و تفاسیر کی ایک فہرست دی ہے۔ اس فہرست کو مکمل نہیں کہا جا سکتا۔ بعض منظوم ترجمے جن کو اس فہرست میں شامل کیا گیا ہے، غیر مکمل ہیں۔

اردو کے بعد فارسی کا نمبر ہے۔ جس میں قرآن مجید کے ۵۲ ترجمے ہو چکے ہیں۔ اردو کے تراجم بیشتر نثر میں ہیں۔ منظوم ترجموں کی تعداد کم ہے۔ اس مرتبہ سورہ فاتحہ کے منظوم ترجمے جو سیماب اکبر آبادی، کیف بھوپالی اور حفظ الکبیر پرواز کی کاوشوں کا نتیجہ ہیں۔ شامل اشاعت ہیں۔ اسی طرح قصیدہ بردہ شریف[ف۲] کے ۶ منظوم ترجمے بازیافت کئے گئے ہیں۔ جو شریک اشاعت ہیں۔ عربی سے کئے گئے اور بھی منظوم ترجمے شریکِ اشاعت ہیں جن میں خواجہ میر درد کی عربی رباعیات کے منظوم ترجمے جو راجہ گردھاری پرشاد باقیؔ کی کاوش کا نتیجہ ہیں، لائقِ ذکر ہیں۔

ف۱ دیکھئے مقالہ "کلامِ پاک کا قدیم ترین منظوم ترجمہ و تفسیر" از ضمیر نیازی۔ (سہ ماہی اردو۔ انجمن ترقی اردو، پاکستان، شمارہ ۲، ۱۹۷۵ء)

ف۲ نعتیہ قصیدہ از امام شرف الدین البوصیری الدلاصی

عربی کے برخلاف فارسی زبان شاعری کے لئے زیادہ مستعمل رہی۔ یہی وجہ ہے کہ اردو میں منظوم ترجموں کی تعداد عربی کے مقابلے میں فارسی سے بہت زیادہ ہے

فارسی سے اردو میں منظوم ترجمے کی روایت بہت پرانی یعنی تقریباً ساڑھے تین سو سال کی ہے۔ اردو زبان کے ارتقائی دور میں فارسی سے پہلے منظوم ترجموں کی جو روایت تھی وہ سنسکرت اور ہندوی زبان سے ترجمے کی تھی۔ اردو نے تقریباً پانچ صدی سے زائد اس ذریعہ سے استفادہ کیا۔ جب مزید استفادہ کی گنجائش نہ رہی تو ہمارے شعرائے نے فارسی شاعری پر توجہ دی۔ ایک جدید راستہ کھلا اور ایک نئے اسلوب کی بنیاد پڑی۔ بیجاپور کا شاعر صنعتی سنسکرت سے استفادہ میں کمی کے رجحان کو قصہ بے نظیر میں یوں ظاہر کرتا ہے۔ ع

رکھیا کم سہنسکرت سے اس میں بول

جب ہندوی روایت کا زور اور بھی کم ہوا اور فارسی سے استفادہ کی تحریک اپنے عروج پر پہنچی تو نصرتی نے علی نامہ ۱۶۶۵ء میں لکھا۔ ع

کیا شعر دکھنی کا جیوں فارسی

اس احساس اور اندازِ فکر کے ساتھ اردو میں ترجموں کا دور شروع ہوا۔ فارسی تہذیب نے ترجموں کے ذریعہ ہندوی تہذیب کو ایک نئی توانائی دی۔ خالص ہندوی روایت نے فارسی طرزِ احساس سے ایسا امتزاج پیدا کیا کہ ایک نئی ہند ایرانی تہذیب وجود میں آئی۔

سلطان محمد عادل شاہ (۱۶۲۶ء تا ۱۶۵۶ء) کا دور فارسی سے اردو ترجموں کے اعتبار سے خاص اہمیت کا حامل ہے۔ بقول ڈاکٹر جمیل جالبی یہ اردو زبان کی خوش قسمتی تھی کہ اپنی تشکیل کے ابتدائی دور ہی میں اس نے خود کو بنانے سنوارنے اور نکھارنے کے لئے مسلسل موضوعات کو اظہار خیال کا وسیلہ بنایا اور ایک ایسی زبان کے ترجموں سے خود کو مانجھا جو اس وقت ترقی پذیر قوتوں کے سہارے بڑھتی پھیلتی زبان کی حیثیت رکھتی تھی۔[۱]

خواجہ محمد وہدار فانی (۱۵۴۰ء تا ۱۶۰۷ء) کے ہاں مصرعے کے مصرعے فارسی میں ملتے ہیں۔ فارسی غزلوں کی ردیف کو ترجمہ کر کے اردو کا رنگ دے دیا گیا ہے۔[۲]

شیخ احمد گجراتی نے ایک مثنوی لیلیٰ مجنوں اور ۱۵۸۰ء اور ۱۵۸۸ء کے درمیان ایک اور مثنوی یوسف زلیخا لکھی، جو ۲۶۸۴ اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ دونوں مثنویاں فارسی سے ماخوذ اور ترجمہ ہیں۔ یوسف زلیخا کو جامی اور امیر خسرو کی یوسف زلیخا کو سامنے رکھ کر لکھا گیا ہے اور اس کے بہت سے اشعار ترجمہ ہیں۔ شیخ احمد کی زبان پر گجری کا گہرا اثر ہے۔ وہ شعوری طور پر فارسی اور عربی کے الفاظ کو کم سے کم استعمال کرتا ہے۔ یوسف زلیخا میں کہتا ہے۔ ع

---

[۱] تاریخ ادب اردو (حصہ اول) صفحہ ۲۶۹

[۲] تاریخ ادب اردو (حصہ اول) صفحہ ۲۳۹

عرب الفاظ اس قصے میں کم لیاؤں

نہ عربی فارسی بھوتیک ملاوں

محمد قلی قطب شاہ (۱۵۶۵ء تا ۱۶۱۱ء) نے حافظ کی غزلوں کو دکھنی میں ترجمہ کیا۔ ۱۶۲۷ء سے ۱۶۴۰ء کا زمانہ فارسی اثرات کے پھیلنے اور مقبول ہونے کا ہے۔ اس دور میں فارسی زبان سے اردو ترجمے ایک نیا رنگ بھرتے ہیں۔[1]

غواصی کی مثنوی مینا ستونتی بھی کسی فارسی رسالے سے ماخوذ ہے

رسالہ انتھا فارسی یو اول

کیا نظم دکنی سیتی بے بدل

محمد بن احمد عاجز نے جو شیخ احمد گجراتی کے فرزند ہیں۔ ۱۶۳۴ء میں یوسف زلیخا اور ۱۶۳۶ء میں لیلیٰ مجنوں دو مثنویاں لکھیں۔ لیلیٰ مجنوں کی بنیاد ہاتفی کی فارسی مثنوی پر رکھی لیکن اس کا شعر بہ شعر ترجمہ نہیں کیا۔ اختصار اور تبدیلی کے باوجود عاجز کی مثنوی کے اکثر اشعار ہاتفی کی مثنوی کا لفظی ترجمہ ہیں۔[2] اس طرح خانی، احمد گجراتی، محمد قلی قطب شاہ اور عاجز نے فارسی سے ترجموں کے لئے راستہ ہموار کیا اور ترجمہ کے میدان میں اپنے کامیاب تجربوں سے وسیع امکانات کی نشان دہی کی۔

شاہ عالم کے مرید امین نامی ایک صوفی منش شاعر نے بہرام و حسن بانو

---

[1] تاریخ ادب اردو، صفحہ ۲۳۵

[2] قدیم اردو (جلد دوم) لیلیٰ مجنوں از عاجز مرتبہ ڈاکٹر غلام عمر خاں صفحہ ۱۹۔ ۲۰۔

کے نام سے ایک مثنوی لکھنی شروع کی، ابھی یہ مثنوی مکمل نہ ہوئی تھی کہ امین کا انتقال ہوگیا اور ایک دوسرے صوفی شاعر دولت شاہ نے ۱۶۴۰ء میں اس کو مکمل کیا۔ امین نے بہرام وحسن بانو ہی کے نام سے فارسی میں ایک مثنوی لکھی تھی اور پھر اسی کا دکھنی میں منظوم ترجمہ کیا۔ ترجمہ کہیں لفظی ہے اور کہیں مفہوم لے کر اپنی زبان میں ادا کر دیا۔ کہیں چند اشعار کا اضافہ کر دیا ہے، لیکن قصہ کی ترتیب اور تفصیل کم و بیش فارسی مثنوی کے مطابق ہے[۱] اس کو فارسی سے اردو میں پہلا منظوم ترجمہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

اسی سال خاور نامہ فارسی کا اردو ترجمہ مکمل ہوا جو کمال خاں رستمی نے ملکہ خدیجہ سلطان کی فرمائش پر ڈیڑھ سال کے عرصے میں مکمل کیا۔ اس کی رگ و پے میں فارسی طرز، احساس و ادا جاری و ساری تھا، چوبیس ہزار اشعار کی یہ مثنوی آج بھی اردو زبان کی طویل ترین مثنوی ہے اور ایک علم پرور ملکہ کی زبان اردو کے تعلق سے بالغ نظری کی گواہی دیتی ہے۔

۱۶۴۰ء سے ۱۶۵۷ء کا دور فارسی اسلوب و آہنگ کے پھیلنے اور جذب ہونے کا دور ہے۔ اس دور میں قصہ کہانیاں بھی فارسی سے اردو میں ترجمہ ہوئیں۔ اظہار کے سانچے اور خیالات و اشارات نے بھی اردو کا جامہ پہنا۔ ہندوی تہذیب و اسالیب و اصناف ٹکسال باہر ہوئے۔ خود فارسی زبان کا رواج روز بروز کم ہوتا گیا اور رفتہ رفتہ اردو فارسی کی جگہ لیتی گئی، لیکن فارسی کے عام رواج کے کم ہونے کے باوجود اس معاشرے

---

[۱] تاریخ ادب اردو، صفحہ ۲۶۳

نے فارسی زبان کی تہذیبی اور تخلیقی روح کو اپنی زبان میں جذب کرنے کی پوری کوشش کی تا کہ اردو زبان بھی فارسی زبان کی سطح پر آجائے۔[۱]

اردو میں منظوم ترجمہ کی اولین کوششوں میں امیر خسروؔ کی مثنوی، ہشت بہشت کے ترجمے کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔ اس کا پہلا ترجمہ بیجاپور کے مشہور شاعر ملک خوشنود نے ۱۶۴۶ء میں "جنت سنگار" کے نام سے کیا (اور دوسرا ترجمہ ارکاٹ میں سید محمود بلگرامی نے ۱۸۱۰ء میں کیا۔ محمود قلندر بخش جرأت کے شاگرد تھے)[۲] اصل سے دور ہو جانے کے باعث یہ مثنوی رستمی کے ترجمہ کے معیار کو نہیں پہنچ سکتی اور نہ ہی ترجمے میں وہ دلچسپی محسوس ہوتی ہے جو امیر خسروؔ کی اصل فارسی مثنوی میں ہے۔ ان باتوں کے باوصف ملک خوشنود کا شمار قدیم اردو کے محسنوں میں کیا جا سکتا ہے۔ اور منظوم ترجمہ کے ضمن میں جنت سنگار کی خاص اہمیت ہے۔

عبداللطیف نے ۱۶۶۳ء میں وفات نامہ لکھا جس میں آنحضرتؑ کی وفات کے حالات تفصیل سے نظم کئے گئے ہیں۔ یہ فارسی سے دکھنی میں ترجمہ ہے ع

کیا ترجمہ اس کوں دکھنی زباں ولے ہر کسے زیب ہونے عیاں
اتھے سال پیمبرؐ کہ ہجرت کیرا ہوا اوس وقت دکھنی پو ترجا

---

[۱] تاریخ ادب اردو، صفحہ ۲۶۳
[۲] امیر خسرو کی ہشت بہشت کے دو ترجمے از نصیر الدین ہاشمی۔ ساقی، نومبر ۱۹۳۲ء

اس کے بعد نظامی کی مثنوی ہفت پیکر کا ترجمہ "بہرام و گل اندام" کے نام سے ۱۶۷۰ء میں تکمیل کو پہنچا۔ یہ طبعی کا کارنامہ ہے جو ابوالحسن تاناشاہ کا پیر بھائی تھا۔ یہ مثنوی ۱۳۴۰ اشعار پر مشتمل ہے۔ اور اس کی بحر بھی وہی ہے جو ہفت پیکر کی ہے۔

گزشتہ دو سو برس میں فارسی شاعری کے ایک قابل لحاظ ذخیرہ کے منظوم ترجمے ہوئے۔ اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ انگریزی کو چھوڑ کر کسی اور زبان سے اردو میں اتنے منظوم ترجمے نہیں کئے گئے، جتنے فارسی سے، ان منظوم ترجموں کو اردو ادب کا قیمتی اثاثہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ انگریزی سے کئے گئے منظوم ترجموں کی حد تک یہ دیکھا گیا کہ یہ تراجم اردو شاعری کے اعلیٰ معیار کا ساتھ نہ دے سکے۔ یہ بات فارسی سے کئے گئے منظوم ترجموں پر صادق نہیں آتی۔ فارسی سے کئے گئے منظوم ترجموں کا معیار بحیثیت مجموعی نسبتاً اونچا ہے اردو شاعروں نے انگریزی کی طرح فارسی کے بھی بہت کم شاعروں کے کلام کے منظوم ترجمہ کی جانب توجہ کی۔ فارسی کے بلند پایہ شاعروں ہی کے کلام کے اردو میں منظوم ترجمے ہوئے جو منظوم ترجمے ہوئے ان کی تعداد کثیر ہے ان سب تراجم کا احاطہ کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس مرتبہ صرف سرسری انتخاب کی کوشش کی گئی ہے اور ابوسعید، عمر خیام، رومی، سعدی، خسرو، حافظ، جامی، سرمد، غالب، مشرقی اور اقبال کے کلام کے منتخب منظوم ترجمے پیش خدمت ہیں۔ امید ہے کہ ولا اکیڈیمی کی ۲۴ ویں پیش کش کو اہلِ ذوق حضرات پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھیں گے۔

حسن الدین احمد

[illegible] ۱۹۷۹ء

سیماب اکبر آبادی

سورۂ فاتحہ

نام سے اللہ کے کرتا ہوں آغازِ بیاں
جو بڑا ہی رحم والا ہے، نہایت مہرباں
ہیں سزاوارِ خدائے (پاک) ساری خوبیاں
(جو ہے) رب سارے جہانوں کا، رحیم و مہرباں
ہے وہی انصاف کے دن کا بھی مالک (بے گماں)
(یاالٰہی) ہم فقط کرتے ہیں تیری بندگی
اور ہوتے ہیں تجھی سے طالبِ امداد بھی
(یاالٰہی) ہم کو سیدھے راستے پر تو چلا
ان کا رستہ جن پہ انعام (وکرم) تیرا ہوا
راستہ ان کا نہیں جن پر غضب (کی)، ہے (نگاہ)
اور نہ ان کا راستہ جو ہو گئے گم کردہ راہ

"وحیِ منظوم" ۱۹۴۶ء

کیفؔ بھوپالی

سُورۂ فاتحہ

سبھی خوبی سبھی تعریف ہے اللہ کو زیبا
بزرگی ہے اسی آقائے عالی جاہ کو زیبا
وہ ہے سارے جہانوں کا خدائے برتر و بالا
برابر ساری مخلوقات کا ہے پالنے والا
بہت ہی مہرباں ہے وہ، بڑا ہی مہرباں ہے وہ
سدا رحمت فشاں، رحمت فشاں، رحمت فشاں ہے وہ
وہی روزِ قیامت کا اکیلا حکمراں ہو گا
کسی کا مشورہ ہو گا، نہ کوئی درمیاں ہو گا

خداوندا! ترے آگے ہم اپنا سر جھکاتے ہیں
تجھی کو پوجتے ہیں بس تجھی سے لو لگاتے ہیں
خداوندا! تجھی سے مانگتے ہیں ہم مددگاری
تجھے آتی ہے اپنے آرزومندوں کی دلداری
دکھا دے ہم کو سیدھی راہ، سیدھی راہ پر لے چل
جنھیں تو نے نوازا ہے انھیں کی راہ پر لے چل
نہ اُن کی راہ پر لے چل، خدائی مار ہے جن پر
تری پھٹکار ہے جن پر، تری دھتکار ہے جن پر
نہ ان کی راہ پر لے چل بھٹک کر رہ گئے ہیں جو
ملمع کی طرح چمکے، چمک کر رہ گئے ہیں جو

"مفہوم القرآن"

سورۂ فاتحہ

شروع کر رہا ہوں میں اسمِ خدا سے
ہیں رحمان جو اور بہت رحم والے
ثنا، حمد و تعریف ہے اُس کو زیبا
وہ جو ربِ اکبر ہے سب عالموں کا
بہت مہربان اور بہت رحم والا
وہ مختار و مالک ہے روزِ جزا کا
خدا ۔ ہم کو مقصود تیری عبادت
ہے مطلوب ہم کو تری ہی اعانت
تجھی سے دُعا ہے یہی ربِّ اکبر
ہمیں تو چلا سیدھی سادھی ڈگر پر
چلا اُن کی راہوں پہ ہم کو خُدایا
ہوا ہے ترا فضل جن پر ہمیشا
نہ راہوں پہ اُن کی جو بہکے ہوئے ہیں
کہ معتوب تیرے ہیں بھٹکے ہوئے ہیں

پیرزادہ محمد حسین خاں عارف

قصیدۂ بُردہ شریف

بہہ رہے ہیں آنکھ سے تیری جو اشک و خون بہم — آرہے ہیں یاد کیا ہمسایگانِ ذو سلم
کاظمہ کے رُخ سے یا آئی کہیں بادِ صبا — یا اندھیری رات میں بجلی نے دکھلایا اضم
کیا ہوا آنکھوں کو تیری اشک کیوں تھمتے نہیں — کیا ہوا دل کو کہ چین اس کو نہیں ہے ایک دم
ہے غلط تیرا گماں یہ عشق چھپتا ہے کہیں — کھول دیں گے سیلِ اشک و سوزِ دل سارا بھرم
تو اگر عاشق نہیں روتا ہے ویرانوں میں کیوں — اور کھلی رہتی ہے کیوں راتوں کو تیری چشمِ نم
فائدہ انکار سے ہے جب لاغری و سیلِ اشک — مُنھ پہ تیرے دیں گواہی یہ دو شاہد دمبدم
ہے ثبوتِ عشق یہ کافی کہ روئے زرد پر — خطّہائے اشکِ خونیں ہیں عیاں مثلِ عنم
ہاں خیالِ دوست نے مجھ کو جگایا رات بھر — خرمنِ آرام پر میرے گری برقِ الم
ناصحا! بہرِ خدا کر معذرت میری قبول — تو اگر منصف ہے کر مجھ پر نہ یوں جور و ستم
راز ہو تیرا بھی یوں ہی فاش ہر غماز پر — ہو ترے دکھ کی دوا بھی مثل میرے کالعدم
ہے نصیحت تیری بیشک خیر خواہانہ تمام — کان عاشق کا مگر سُنتا نہیں پند و حکم
ناصحِ مشفق تھا میرے حق میں یہ موئے سفید — بدگمانی سے کیا اُس کو بھی میں نے متہم

نفس امارہ نے میرے جہل سے اپنے مگر ۔۔۔ کی نہ حاصل کچھ بھی عبرت کیا کیا اس نے ستم
میزبانی اس کی کی میں نے نہ نیک اعمال سے ۔۔۔ جب نزیل سر ہوا یہ میہمانِ محترم
کاش گر میں جانتا بے وقرا سمجھے گا نفس ۔۔۔ تھا خضاب وسمہ سے اس کو چھپانا کم سے کم
ہے خلاف نفس سرکش کون میرا کارساز ۔۔۔ جو کرے اس توسن کج راہ کی گردن کو خم
نفس کی خواہش گناہوں سے نہیں ہوتی فرو ۔۔۔ سیر کھانے سے نہیں ہوتا حریصوں کا شکم
نفس وہ بچہ ہے پیری تک پیئے جائیگا دودھ ۔۔۔ گر نہ چھٹپن میں چھڑائے اس پہ ماں کرکے ستم
خواہشوں کو اس کی رد کرتا نہ غالب ہو یہ چیز ۔۔۔ ہے مضر اس کا تسلط بلکہ مہلک مثل سم
دیکھ تو رغبت ہے اس کی کونسی شئے کی طرف ۔۔۔ کرکے یہ معلوم اس سے روک اس کو یک قلم
شکل پر لذات دنیا کی نہ کھا ہرگز فریب ۔۔۔ زہر قاتل ان میں ہے مخلوط اور شکر بہم
نفس کے مکروں سے ڈر، ہو سیر وہ یا گرسنہ ۔۔۔ بھوک بعض اوقات تخمہ سے نہیں ہوتی ہے کم
آنکھیں تیری زانیہ ہیں اشک سے دے غسل انھیں ۔۔۔ پھر پکڑ مضبوط زنجیر در توب ندم
کر خلاف نفس و شیطاں حکم دونوں کا نہ مان ۔۔۔ یہ اگر مخلص بھی ہوں تو یہ سمجھ دیتے ہیں دم
مدعی ہوں یا ہوں ثالث داؤ میں ان کے نہ آ ۔۔۔ ہے تجھے معلوم مکر مدعی کید حکم
بے عمل گفتار سے توبہ کہ اس کا ماحصل ۔۔۔ مثل فرزند عقیمہ ہے جہاں میں کالعدم
غیر کو کہتا ہوں نیکی کر، نہیں کرتا ہوں خود ۔۔۔ اور کو ہر دم نصیحت اور خود غافل ہیں ہم
کر سکا توشہ فراہم میں نہ عقبیٰ کے لئے ۔۔۔ خالصاً للہ جھکایا سر نہ اپنا ایک دم
حیف اس کی راہ سے میں نے کیا اکثر عدول ۔۔۔ پاؤں بھی جس کے عبادت میں کر آتے تھے ورم
روکنے کو بھوک کے کستا تھا جو اپنی کمر ۔۔۔ پتھروں سے باندھتا تھا اپنا مخمل سا شکم

پیش کرتا تھا طلا و سیم جب کوہ بلند
رد کیا کرتا تھا فوراً اس کو وہ عالی ہمم

زہد اس کا اور ہو جاتا تھا حاجت سے سوا
صاحبِ عصمت پہ حاجت کا کہاں چلتا ہے دم

احتیاج اس کو کرے دنیا پہ راغب کس طرح
منحصر خود جس پہ ہو دنیا کی ہستی و عدم

آں محمدؐ فخر عالم بادشاہ انس و جان
سرورِ کونین سلطانِ عرب شاہِ عجم

ہے ہمارا وہ نبی مختار امر و نہی کا
قول کا اپنے ہے سچا لا کہے وہ یا نعم

وہ حبیبِ رحمت عالم کہ جس کی ذات سے
ہے شفاعت کی ہمیں امید روزِ ہول و غم

اس کی دعوت عام ہے حبلِ متیں ہے دینِ حق
جس نے یہ رسی پکڑ لی کچھ نہیں پھر اس کو غم

فوق ہے سب انبیا پر اس کو خَلق اور خُلق ہیں
کس طرح ہوتا میسر ان کو یہ علم و کرم

ہر نبی ہے سائلِ قطرہ وہ ہے ابرِ محیط
گھونٹ کے طالب ہیں وہ اور یہ ہے اک مواج یم

غرقِ حیرت ہیں ادب سے یوں کھڑے ہیں انبیا
سائلِ نقطہ ہیں وہ یہ دفترِ علم و حکم

جب کمالِ صورت و باطن کا مخزن وہ ہوا
وہ بنا محبوب اور عاشق بنا ربّ النسم

کس طرح ہو خوبیوں میں کوئی اور اس کا شریک
کیونکہ اس کا حسن ہو سکتا نہیں تقسیم و کم

چھوڑ کر قولِ سفیہانِ نصاریٰ بعد ازاں
جو کرو تعریف اس کی ہے حقیقت میں وہ کم

جو شرف دنیا میں ہے منسوب اس کے ساتھ کر
ہو جو امکاں میں بزرگی اس کے حق میں کر رقم

ہے کمال و فضل اس کا بے حد و بے انتہا
ہے فصیحوں اور بلیغوں کا بھی اس جا بند دم

قدر و عظمت کے مطابق معجزے ہوتے اگر
نام سے پڑ جاتا اس کے نعش بوسیدہ میں دم

دی ہیں تعلیم وہ جو عقل سے باہر نہیں
حیرت و شک میں نہ ڈالا یہ بھی تھا عینِ کرم

نارسا ہے عقل سب کی کس طرح سمجھیں اُسے
دور ہو یا پاس ہو عاجز ہے ہر اک کی فہم

دور سے دیکھو تو قرصِ خورد مثلِ آفتاب — پاس سے دیکھیں اگر آنکھیں تو ہوں پر اشک و نم

قوم خفتہ پر حقیقت اس کی کھل سکتی ہے کب — رویت اس کی خواب میں جو جانتی ہے مغتنم

ہے ہمارے علم اور تحقیق کی غایت یہی — تھا وہ انساں اور انسانوں میں افضل اور اتم

انبیائے ماسبق نے جو دکھائے معجزات — منبع ان کے نور کا بھی تھا وہی شمسِ کرم

وہ ہے شمسِ مفضل اور تارے ہیں باقی انبیا — جونہی وہ ظاہر ہوا ان سب نے لی راہ عدم

تھا مجسم حسن طلعت سر سے لے کر پاؤں تک — خَلق پاک اور خُلق نیک اس میں ہوئے شامل بہم

تھا شرف میں بدر وہ اور نازکی میں برگِ گل — بحر تھا جود و کرم میں دہر سا عالی ہمم

تھا وقار اور ہیبت اس کی اس قدر تنہائی میں — جیسے ہو کوئی شہنشہ گرد ہو فوج و حشم

منھ میں اس کے گویا دو لڑیاں تھیں در ناب کی — بولتا جس وقت یا ہنستا تھا وہ بحر کرم

اس کے مدفن کی ہے مٹی مشک و عنبر سے سوا — ہے مبارک وہ جو سونگھے شوق سے خاک حرم

دھوم سے مولد کے اس کی ہے عیاں پاکیِ اصل — کیا ہی اچھا خاتمہ اور کیا ہی اچھا تھا جنم

پا گئے تھے اہل فارس یہ فراست سے جبھی — آ گیا بس خاتمہ پر ان کا دورانِ نعم

گر پڑے تھے کنگرے ایوان کسریٰ کے کئی — جیسے گھوڑے سے گرے پھر ان کے گیسو گشتہ ہم

خشک پانی ہو گیا دریائے ساوہ کا تمام — تشنہ لب اس سے پھرے مایوس ہو کر یک قلم

بجھ گئی نار مغاں آتش کدوں میں رنج سے — اور فرات اس رات چل دی چھوڑ کر اپنا شکم

ہو گئے تھے آگ پانی اور پانی آگ یوں — تاکہ ظاہر ہو کہ ہوگا انقلاب آگے اہم

جن بشارت دے رہے تھے نور سے عالم تھا پُر — لفظاً و معناً جہاں میں حق عیاں تھا یک قلم

کچھ نہ تہدید و بشارت کا ہوا لیکن اثر — حکم حق سے ہو گئے کفار اعمیٰ اور اصم

کاہن ان کے کہہ چکے تھے سب بہ آواز بلند
جتنے باطل دین ہیں اب ہوں گے رخصت لاجرم

جتنے چھوٹے آسماں سے شب کو تیران شہاب
خاک پر اوندھے گرے اتنے ہی اصنام حرم

کھا کے منھ کی اس طرح لوٹے شیاطیں چرخ سے
ابرہہ کے جیسے بھاگے تھے کبھی فیل و حشم

نوک دم میداں سے بھاگے جیسے کفارِ حنین
ہاتھ سے جب اس نے پھینکا سنگریزوں کو بہم

سنگریزے نکلے دست پاک سے تسبیح خواں
مثل یونس جب کیا ترک اس نے ماہی کا شکم

جب شجر کو حکم دیتا وہ کہ آ میری طرف
دوڑ چلتا تھا سر کے بل وہ گو نہ رکھتا تھا قدم

اپنی شاخوں سے شجر گویا خط اعجاز میں
کرتا تھا لوح زمیں پر نعت پیغمبر رقم

چتر تھا ابر رواں کا سایہ کن اس پر مدام
شدت گرما سے جب پتھر بھی ہوتے تھے بھسم

چاند کی مجھ کو قسم جس کو نبی نے شق کیا
صدر سے نسبت ہے اس کو ہے بجا یوں یہ قسم

غار کے اس مجمع خیر و کرم کی بھی قسم
جس سے آنکھیں کافروں کی حق نے کر دی تھیں پٹم

غار میں دونوں تھے عین صدق اور صدیق بھی
کہتے تھے کافر نہیں اندر کوئی کھا کر قسم

جاتے اندر وہ اگر، جالا نہ ہو جاتا تلف؟
لے کے انڈا کیوں کبوتر بیٹھتا زیر شکم

حاجت قلعہ تھی اس کو اور نہ پروائے زرہ
حفظ حق کے تھے فرشتے ان پہ نازل دمبدم

اس کے دامان کرم میں میں نے لی فوراً پناہ
جب زمانے نے کیا مجھ پر کوئی جور و ستم

دین دنیا کی جو نعمت اس سے کی میں نے طلب
وہ مجھے حاصل ہوئی فوراً یہ تھا اس کا کرم

کیوں ہے منکر؟ وحی اس کو خواب میں ہوتی تھی یوں
آنکھیں سوتی تھیں مگر تھا قلب اس کا جام جم

وحی کا یہ حال تھا آغاز بعثت میں تو پھر
ہو نہ بیداری میں کیوں؟ انکار ہے بالکل ستم

وحی ہے حق کی عطا اور اکتسابی وہ نہیں
غیب دانی سے نہیں ہوتا پیمبر متہم

ہو گئے بیمار چھونے سے بھلے چنگے بہت
ہو گئے ہشیار دیوانے کیا جب ان پہ دم

ہو گیا سرسبز جب اس کی دعا سے سال خشک
ہو گیا وہ سال ارزانی میں دنیا میں علم

تھی دعا کی دیر آیا ابر برسا اس طرح
دشت دریا بن گیا گویا کہ تھا سیلابِ بم

معجزات اس کے جہاں میں ہیں الم نشرح تمام
ہیں نمایاں ان میں جو جو مجھ کو کرنے دے رقم

ہار میں موتی نظر آتے ہیں باہم خوشنما
ہوں پراگندہ بھی گر قیمت نہیں ہوتی ہے کم

چاہیے جتنی کرو کوشش مدح میں اس کی مگر
حصر کی حد سے ہیں باہر اس کے اخلاق و شیم

کی خدا نے اس پہ نازل وہ کتاب مستند
ہے قدم اس کا حدوث اور ہے حدوث اس کا قدم

ہے زماں کی اور مکاں کی قید سے بالکل بری
ہے اگرچہ حشر کا ذکر اس میں اور حال ارم

معجزہ قرآن کا قائم رہے گا تا بہ حشر
معجزے اور انبیا کے ہو گئے سب کالعدم

دل میں دشمن کے نہیں رہتا ہے باقی کوئی شک
آیتوں میں اس کی پُر ہیں وہ براہین و حکم

جو ہوا قرآن کا اس کے مقابل گر پڑا
بدتریں دشمن بھی اپنے سر کو کر دیتے ہیں خم

دشمن دیں سے بلاغت یوں محافظ اس کی ہے
جیسے ہوں محفوظ غیرت مند کے اہل حرم

موجزن دریائے معنی اُس کے ہر اک لفظ میں
موتیوں سے جو نہیں ہیں حسن اور قیمت میں کم

کوئی بھی ہوتا نہیں اس کی تلاوت سے ملول
ہیں عجائب اس قدر اس میں کہ عاجز ہے فہم

قرأتِ قرآن سے ٹھنڈی آنکھ جب قاری نے کی
یوں سمجھیے اس نے جا پکڑا عجب مضبوط تھم

ڈر سے دوزخ کے اگر پڑھتا ہے تو قرآن کو
شعلۂ نارِ جہنم تجھ پہ ہو جائے گا نم

آبِ کوثر کی طرح اس سے ہے کسبہ منہ سب کھب
اُٹھیں گے فوراً چمک مثل دُرِ یکتائے یم

ہے یہ ایماں کی کسوٹی مثل میزان و صراط
اس سے بہتر کوئی دنیا میں نہیں محکم حکم

کیا عجب منکر ہیں اس کی خوبیوں کے گر حسود
ہے تجاہل سے یہ سب رکھتا ہے وہ عقل و فہم

روشنی سورج کی چندھے کو نظر آتی نہیں
ہے مریضوں کی زباں پر آب شیریں مثل سم

سب سے بہتر ہے تری درگاہ جاتے ہیں جہاں
پیدل اور اونٹوں پہ حاجت مند سب مل کر بہم

آیت کبریٰ ہے تو پر آنکھ والوں کے لئے
نعمت عظمیٰ ہے تو سمجھیں اگر ہم مغتنم

بدر کامل کی طرح تو نے شب معراج کو
رات کو مکہ سے چل کے دیکھا اقصیٰ کا حرم

قاب قوسین آج تک کس کو ملا ہے مرتبہ
پا سکا یہ رتبۂ عالی نہ اسکندر نہ جم

آپ کو واں انبیا نے یوں بنایا تھا امام
آپ تھے مخدوم باقی انبیا تھے سب خدم

چیرتا جاتا تھا ساتوں آسماں لشکر ترا
ہاتھ میں تیرے تھا جب فوج ملائک کا علم

قرب حق کی راہ میں واں سے بھی تو آگے گیا
طالبان مستعد بھی جس جگہ جاتے ہیں تھم

رتبۂ عالی ہر اک تھا پست تیرے سامنے
یا محمدؐ کہہ کے بولا تجھ سے جب رب النعم

تاکہ ہو تجھ کو میسر وصل مخفی بے حجاب
تاکہ ہو تجھ پر عیاں خلوت میں سرّ مکتتم

مژدہ تجھ کو ملے جن میں نہیں کوئی شریک
کل معارج طے کیے اور تھا تو تنہا ایک دم

ایسی نادر نعمتیں اور مرتبے تجھ کو ملے
جس کے حامل ہو نہیں سکتے ہیں قرطاس و قلم

ہو مبارک مومنو! قابو میں کر لو زور سے
لطف حق کا ہے میسر تم کو یہ مضبوط تھم

شبہ کیا اس میں رہا ہیں آپ خیر المرسلین
آپ کی امت کو جب حق نے کہا، خیر الامم

اس کی بعثت کی خبر سے ڈر گئے اعدائے دیں
جو نکلتے ہیں جیسے کھڑکے سے مواشی و غنم

دشمنان دیں سے وہ لڑتا رہا ہر جنگ میں
زخم نیزہ سے نہ جب تک وہ ہوئے بے حس و دم

کرتے تھے اعدا جو تھے میداں سے خواہان فرار
رشک ان اعضا پہ لے جاتے تھے گدھ جو دمبدم

یاد وہ رکھتے نہ تھے ہے کونسی تاریخ و ماہ
صحن اعدا میں ہوئی جب فوج دین حق نزیل
لشکر اس کے ساتھ تھا اک مثل دریا موجزن
مل گئے جب تک نہ وہ ہجرت کی تکلیفوں کے بعد
ہو گئے سب بھوک سے بے خوف بیوہ اور یتیم
ہر صحابی اس کا تھا میداں میں قائم مثل کوہ
پوچھ احد سے اور حنین و بدر سے بھی پوچھ تو
سر پہ دشمن کے پڑی جب ان کی شمشیر سفید
نیزے ان کے جسم اعدا پر انی کی کلک سے
تھی نمایاں ان کے ہتھیاروں میں سیمائے سجود
باد نصرت لائی تحفہ بوئے خوش تیری طرف
شہسوار ایسے کہ تنگ و زین کی پروا نہ تھی
ایسے اڑ جاتے تھے ان کے خوف سے دشمن کے ہوش
جن کے ہو جائیں رسول اللہ ناصر اور معین
تھا نہ کوئی دوست اس کا گی نہ ہو جس کی مدد
جیسے ہوں جنگل میں شیر اور شیر کے بچے بجنت
جو ہوا قرآن کا اس کے مخالف جہل سے
امیوں میں ایک علامہ یتیموں میں ادیب

گنتے تھے لیکن وہ ایام حرم کو تا سیم
لحم دشمن پر ہوئے مہماں سران محترم
تیز رو گھوڑا تھا ہر اک کا مثال سیل یم
اُن ذوی القربیٰ سے پھر کرتے تھے جوان پر ستم
جب کفیل ان کی ہوا روزی کا وہ شاہ امم
پوچھ ہر اک رزمگہ سے کیا ہوا، دیگر قسم
کیسی ذلت سے موا تھا واں ہر اک عبد صنم
سرخ نکلی جعد شبگوں کاٹ کر مثل بقم
حرفہائے ذو نقط کرتے تھے میداں میں رقم
ہوں ممیز جس طرح گل اور گلہائے سلم
مثل غنچہ ہیں زرہ پوش ان کے سردار اور خدم
پشت پر گھوڑے کی مثل میخ وہ جاتے تھے جم
فوج آتی تھی نظر ان کو مویشی و غنم
ان کے آگے شیر جنگل میں کرے گردن کو خم
اور دشمن بھی کوئی جس نے نہ لی راہ عدم
اس طرح امت حصار دیں میں ہے بے فکر و غم
سر کیا فی الفور اس کا تیغ برہان نے قلم
اور زمانہ جاہلی کا، معجزہ کیا ہے یہ کم؟

اس قصیدہ کے صلے میں عفو ہو میرا یہ جرم — عمر بھر کی ہے جو میں نے مدحتِ اہلِ نعم
تھا عذابِ ان خدمتوں کا طوق گردن کا مری — جیسے جاتے اونٹ قربانی کے ہیں سوئے حرم
نوجوانی نے مجھے گمرہ کیا اُس حال میں — کچھ ہوا حاصل نہ مجھ کو جز گناہ اور جز ندم
نفس کو میرے تجارت میں نہ کچھ حاصل ہوا — دیکھے دنیا کو خریدا کچھ نہ دیں ہے ہے ستم
دے کے دیں دُنیا خریدے گا جو اس بازار میں — اس کو نقصاں ہے سراسر بیع ہو یا ہو سلم
مرتکب گر میں گناہوں کا ہوا کچھ ڈر نہیں — عہد توڑے گا نہ وہ اپنا شفیعِ محتشم
قول کا پورا ہے وہ، ہے عہد اُس کا استوار — یہ کہ ہونگے جنتی ہم نام اس کے یک قلم
وہ نہ ہو گر حشر کے میداں میں میرا دستگیر — ڈگمگا جائیں گے بیشک اس جگہ میرے قدم
وہ نہیں محروم ہوتا جس کو ہے اس سے امید — جو پناہ اس کی میں آیا ہو گیا وہ محترم
قصد اس کی مدح کا میں نے کیا جس روز سے — دور جا بیٹھے مجھے سب چھوڑ کر اندوہ و غم
اس طرح بخشش سے اس کی بہرہ ور ہوں خاکسار — جیسے بارش سے اگیں پشتوں پہ بھی ورد و عنم
بھر دیا جیسے ہرم نے زر سے دامانِ زہیر — مانگتا ہرگز نہیں میں تجھ سے دینار و درم
حادثاتِ حشر سے خیر الوریٰ جائے پناہ — ہے ترا ہی آستانہ اور ترا ہی حرم
روزِ محشر ہو گا جس دم عدل کا اس کے ظہور — کیا عجب تیری شفاعت سے اگر بچ جائیں ہم
دنیا اور عقبیٰ ہوئے احسان سے تیرے پدید — مجتمع ہے دل میں تیرے دانش لوح و قلم
اے دل عاصی نہ ہو اس کے کرم سے ناامید — جس کے آگے ہیں کبائر سب کے سب ذرہ سے کم
پائیگا حصہ بہت جس کے گنہ ہوں گے بہت — جب کرے تقسیم رحمت اس کا بارانِ کرم
جو مجھے امید ہے یارب اسے تو رد نہ کر — کر حساب آساں ہمارا تا نہ شرمندہ ہوں ہم

روز محشر لطف کر اس بندۂ مسکین پر
سامنے جب ہوں مصائب ٹھیرتا ہے صبر کم

کہہ تو یارب ابرِ غفراں سے کہ دائم تر رہے
آبِ رحمت سے مزارِ منبع خیر و کرم

رحمت اس کی آل اور اصحاب پر بھی ہو مدام
تابعینِ اہلِ تقویٰ و صفا پر دمبدم

لائے جنبش میں صبا جب تک کہ شاخ بید کو
اور طرب میں اونٹ کو لائے عرب کی زیر و بم

(مطبوعہ رحمانی پریس دہلی ۱۹۲۵ء)

غلام احمد محاسب جنگ

قصیدۂ بُردہ شریف

رنگِ رخ زرد ہے کیوں اُڑے ہے کیا دل میں غم
کیوں جگر خون ہوا آنکھ ہیں کیوں کر پُر نم

کیسی وحشت ہے نہ آہو میں بھی ہوگی ایسی
بیخودی ایسی کہ یکساں ہے وجود اور عدم

ہے کبھی سایہ ہم آغوش و رفیقِ دم ساز
اور کبھی سایہ سے بھی دشت کے جانب ہے رم

ذی سلم کے کہیں احباب کی یاد آئی ہے
کیوں رواں آنکھوں سے ہیں خون کے آنسو پیہم

یا کہیں کاظمہ سے بادِ صبا آئی ہے
یا شبِ تار میں ہے جلوہ فگن برقِ اضم

کیا ہوا آنکھوں کو کیوں اشک ترے تھمتے نہیں
دل میں کیا غم ہے کہ ہوتا نہیں واللہ کچھ کم

عشق کا راز تو اب فاش ہوا چاہتا ہے
کہ ہے غماز دلِ خوں شدہ اور دیدۂ نم

ان کی الفت میں رواں اشک ہیں آنکھوں سے مدام
ہوں میں بیخواب تری یاد میں اے سروِ علم

کیسے ممکن ہے کہ ہو عشق و محبت کا خِفا
زردیِ رخ ہے گواہ اور سرشک پرنم

ہو گیا رازِ محبت انھیں دو سے افشا
چشمِ گریاں تنِ لاغر ہوئے غماز بہم

آنکھ جھپکی نہیں شب بھر مری بیخوابی سے
کر دیا عیش کو الفت نے سپردِ غم و ہم

کہہ دو اب ناصحِ مشفق سے زباں بند کرے
ہے نصیحت بنی عذرہ کی عبث اور ستم

کیا کہیں بوئے محبت بھی چھپی رہتی ہے
کب رقابت سے رقیبوں کی یہ ہوتی ہے کم

بے غرض گرچہ نصیحت ہے تری اے واعظ
عشق میں وعظ کا ہوتا ہے اثر بالکل کم

پند پیری سے بھی بدظن ہے طبیعت میری
گرچہ پیرانہ نصیحت ہے مبرّا زِتہم

نفس بدکیش تو انجام سے بے پروا ہے
اس کو پیرانہ مواعظ کا رہا پاس ہے کم

کچھ نہ کچھ نیک عمل زینتِ پیری ہوتا
سر کے بالوں کی سپیدی رہی ناصح ہر دم

عہد پیری کے نتائج سے جو واقف ہوتا
موئے سر کو میں سیہ کرتا ہمیشہ بو سم

نفس سرکش کو مرے کون کرے گا سیدھا
جیسے گھوڑوں کو سدھاتے ہیں خداوندِ حشم

حرص شہوت کی گناہوں سے زیادہ ہوگی
بھوک انسان کی کھانے سے نہیں ہوتی کم

نفس میں بچوں سی عادت ہے خبر لو اس کی
تاکہ آسانی سے ہو جائیں ذمائم سب کم

ہوس بد سے بچاؤ اسے ہر وقت مدام
آرزو صید کی ہے باعثِ مرگِ ضیغم

اس کو قابو میں رکھو تاکہ رہے وہ محکوم
اُنس جس فعل سے ہو اس سے بچاؤ ہر دم

جب عبادت میں ریاکاری کا ہونا ہے شمول
نفس بدکیش کے حق میں نہیں یہ زہر سے کم

جوع و سیری میں بھی ہے نفس بداندیش کا دخل
مرتبہ صوم ریائی کا ہے پُرخواری سے کم

اشک جاری رہیں آنکھوں سے گنہ کے بدلے
نظرِ بد کا ہے کفارہ انابت پیہم

نفس و شیطان کی اطاعت سے بچو ہر لحظہ
گو رہیں ناصح مشفق وہ تمہارے ہر دم

گرچہ ہو نیک نصیحت بھی نہیں کید سے پاک
پند اعدا سے بچو اس میں ملا ہے کچھ سم

بے عمل پند زبانی میں نہیں کوئی اثر
جیسی اولاد سے محروم شکم ہائے عقیم

کیوں نہ ہو حکم عمل اور علم میں تفریق
کہ بجز حسنِ عمل کے ہے قبولیت کم

فرض مشکل سے ادا میں نے کیا نفل کہاں
ہے کہاں توشۂ عقبیٰ جو رہے ساتھ بہم

وہ تہجد ہے کہاں پیروی حضرت میں
ورم کر جاتے تھے جو طول اقامت سے قدم

پیروی سنت احمدؐ کی کہاں ہے حاصل
حالت فاقہ میں کب سنگ سے بستہ ہے شکم

گرچہ خدمت میں تھے حاضر جبل سیم و زر
آنکھ سے اُن کو نہ دیکھا کبھی سلطان ہمم

نہ ضرورت سے کسی بات کے مجبور ہوئے
آپ کا زہد تھا حاجات جہاں کا عاصم

کیا تھی دنیا کی حقیقت کہ اُدھر رُخ کرتے
آپ کے صدقے میں ظاہر ہوا سارا عالم

احمد پاک ہیں وہ دونوں جہاں کے سردار
سرور جن و بشر ہادی اعراب و عجم

ایسے ہیں آمر و ناہی کہ کہاں اُن کا نظیر
صادق القول ہیں وہ لا کہیں یا یہ کہ نعم

دغدغہ ہول قیامت کا نہیں ہے واللہ!
شافع روزِ جزا جب ہیں رسولِ اکرم

امت خاص ہے سب تابع فرمان نبی
ہے رسن اُن کی ہدایت کی بہت مستحکم

انبیا صورت و سیرت پہ ہیں شیدا اُن کے
برتر از جملہ جہاں آپ کا ہے علم و کرم

دُرِ مقصود سے بھر دیں گے ہمارا دامن
ہے رسولوں کی زباں پر یہ تمنا ہر دم

انبیا علم و حکم سے ہیں تمہارے فائض
ہیں وہ صف بستہ کھڑے آپ کی پیشی میں بہم

ختم ہیں ظاہر و باطن کے فضائل اُن پر
جن کو اللہ نے کیا اپنا حبیب اکرم

جوہر حسنِ محمدؐ نہیں تقسیم پذیر
پاک ہیں شرکتِ اغیار سے اوصاف اتم

قومِ عیسیٰ کی طرح ابنِ خدا مت کہنا
اور جو چاہیں کریں نعت میں حضرت کی رقم

وصفِ احمدؐ میں کبھی شائبہ شرک نہ ہو
بجز اس بات کے جو چاہے لکھے تیرا قلم

مرتبہ آپ کا ہے حدّ بیاں سے برتر
کس طرح ذاتِ محمدؐ کے ہوں اوصاف رقم

استخواں کیوں نہ ہوں اعجاز سے ان کے زندہ
نام احمد کا حقیقت میں ہے اسمِ اعظم

مل گئی راہِ ہدایت ہمیں آسانی سے
امتحاں میں نہ پڑے آپ کی شفقت سے ہم

آپ کے فہم کمالات سے عاجز عقلا
درکِ اوصاف میں سب خلق کے قاصر ہیں ہم

مہر سی ضو ہے کمالاتِ محمدؐ میں نہاں
آنکھ ہیں جلوۂ تنویر سے خیرہ ہر دم

کیسے معلوم ہو دنیا میں حقیقت اُن کی
خوابِ غفلت میں شب و روز گرفتار ہیں ہم

گرچہ انساں ہیں مگر فہم سے بالاتر ہیں
منتخب سارے جہاں میں ہیں رسولِ اکرم

مقتبس نورِ محمدؐ سے ہیں آیاتِ رسل
نورِ خورشید سے جیسا کہ ہے انجم کا حشم

مہرِ فضل آپ ہیں اور جملہ نبی تارے ہیں
جن کے ہے شمعِ ہدایت سے فروغِ عالم

ضوئے خورشیدِ رسالت سے ہدایت چمکی
ہو گئے زندہ زمانے کے سبھی مردہ امم

طینت پاک ہے آراستہ با خُلقِ حسن
خندہ پیشانی میں مشہور ہیں وہ در عالم

شرف و جاہ میں سرتاجِ مہ چار دہم
گلِ لطافت میں ہیں بخشش میں ہیں دریائے کرم

فرد یکتا ہیں زمانہ میں جلال ایسا ہے
آپ کو حاجتِ افواج نہ پروائے حشم

منہ سے جو لفظ نکلتے ہیں گہر ہوتے ہیں
یہ ہے اعجازِ کلامِ نبوی شاہِ امم

خاکِ مرقد سے ہے کیا نسبت مشک و عنبر
بوسہ گاہ ملک و جن و بشر ہے ہر دم

جب صبا بوئے ولادت کو جہاں میں لائی
ہو گیا نکہتِ اطہر سے معطر عالم

اہلِ تنجیم کا فتویٰ تھا کہ اے اہلِ عرب
اب ہوا دولتِ فارس کا زمانہ درہم

قصرِ کسریٰ بھی گرا رعبِ ظہورِ شہ سے
اور ہوا فوج کا شیرازہ سراسر برہم

فرطِ تشویش سے چکر میں رہا آبِ فرات
اور مجوسوں کی ہوئی آگ بھی ٹھنڈی یک دم

ہوگیا خشک جو دریاچۂ ساوہ یک دم — شہر والوں کو تھا پانی کا نہایت ہی غم
آگ میں سردی تھی پانی میں نمایاں گرمی — قلبِ ماہیتِ اشیا کا اثر تھا ہر دم
سارے جنات کے لب پر تھا ولادت کا بیان — حق کے انوار سے روشن تھا تمامی عالم
برقِ توحید نے آنکھوں کو چکا چوند کیا — گوشِ کفار تھے تصدیق نبوت سے اصم
دین باطل کی تباہی سے پریشاں ہو کر — اہل تنجیم خبر دیتے تھے ہر جا پیہم
جب ہوئی آتشِ سوزاں کی جہاں میں بارش — سرنگوں ہو گئے بت خانوں میں از خود ہی صنم
ہیبت وحی الٰہی سے تھا ایک شور مچا — آسماں سے تھے شیاطین گریزاں باہم
رمی احجار کی تاثیر تھی سب نے دیکھا — ابرہہ کا ہوا جس طرح سے پامال حشم
بطن ماہی میں تھے جس طرح مسبح یونس — سنگریزوں کی تھی تسبیح بدست اکرم
ایک اشارہ سے چلے آتے تھے سجدہ کو شجر — گرچہ قدرت سے سراسر تھے وہ محروم قدم
راہ میں لکھتی چلی جاتی تھیں نعتِ احمدؐ — شاخیں اشجار کی بس شوق سے مانند قلم
ابر کی طرح بجا لاتے تھے اشجار بھی کام — فرق اقدس پہ کئے رہتے تھے سایہ ہر دم
سینۂ پاک کی نسبت سے قمر چاک ہوا — راست کہتا ہوں یہ اس چاند کی کھا کر میں قسم
جبل ثور میں تھے آنکھ سے دشمن کے نہاں — سر بوبکرؓ و محمدؐ کی میں کھاتا ہوں قسم
اور اسی طرح سے تھے غار حرا میں دونوں — لیک کفار کی آنکھوں سے تھے محفوظ بہم
جال مکڑی کے سر غار تھے قدرت سے بندھے — اور کبوتر کے وہاں انڈے تھے بر شاخ سلم
نہ زرہ کی تھی ضرورت نہ قلعہ کی حاجت — حفظ میں خالقِ اکبر کے تھے سردار امم
میں ہوں آفات زمانہ سے ہمیشہ مصئوں — بطفیل آپ کے جاتا رہا سب درد و الم

مل گئی دونوں جہاں کی مجھے دولت کیا کیا
ہاتھ سے بخشش و الطاف کے اے شاہ امم

آنکھیں سوتی تھیں مگر دل نہیں سوتا تھا کبھی
اس لئے خواب میں تھا وحی کا آنا پیہم

حالت خواب میں بھی وحی کا ہوتا تھا نزول
جب نبوت سے سرافراز ہوئے شاہ امم

یک عنایت ہے خدا کی کسبی کب ہے وحی
انبیا کذب سے محفوظ ہیں از فضل و کرم

کف اطہر ہے مریضوں کے لئے دستِ شفا
اور ہے زخم جنوں کے لئے کافی مرہم

بارہا قحط ہوا یمن دعا سے ناپید
خشک کھیتی میں نکل آتا تھا اک تازہ جنم

آسماں بارش باراں سے نہ تھمتا تھا کبھی
نہر پانی سے اُبلتے تھے شب و روز بہم

دعوت عام میں جس طرح جبل ہوں روشن
صفحۂ دہر پہ اعجاز ہیں حضرت کے رقم

ہار میں موتیوں کا حسن دوبالا ہو گا
منفرد موتی کی بھی قدر نہیں ہوتی کم

ذہن واصف میں کہاں آپ کے اوصاف کمال
سر بسر خُلق و کرم سے ہے سرشت اکرم

سچے آیات الٰہی ہیں اگرچہ حادث
مگر از روئے معانی ہیں وہ موصوف قدم

ہیں قدیم ایسے زمانے سے تعلق ہی نہیں
پر سنا دیتے ہیں سب کیفیت عاد و ارم

معجزے اور رسولوں کے موقت تھے سبھی
معجزات آپ کے عالم میں رہیں گے دائم

آیتیں ہیں یہ بہت صاف شک و ریب سے پاک
کہ ہر اک امر نزاعی کے ہیں وہ آپ حکم

دشمن دیں تھے تقابل کے بہت ہی خواہاں
پر نتیجہ رہا آیات کے آگے سر خم

ہو گئے اس کی بلاغت سے معارض عاجز
منظر بد نظراں کب ہے اعدا کا حرم

موج دریا سے مماثل ہیں مدد میں مضمون
قیمت و قدر میں افزوں ہیں گہر سے باہم

حصر ہے ان کی عجائب کا نہایت مشکل
شوقِ دل کثرت قرأت سے نہیں ہوتا کم

نہ کبھی حبل متیں ہاتھ سے چھوٹے قاری — آنکھ ٹھنڈی ہے تلاوت سے تو دل ہے خرم
خوف سے آتش دوزخ کے پڑھے گر قرآں — تو جہنم کی حرارت کو ملے راہِ عدم
حوضِ کوثر میں یہ آیات منور کر دیں — گو سیہ چہرہ وہ گنہگار ہوں جل کر پیہم
کچھ تعجب نہیں ظاہر میں اگر ہوں منکر — دل میں کفار کے ہے وقعت قرآں قائم
آب شیریں بھی مریضوں کی زباں پر ہے نمک — ضوِ خورشید کو کب دیکھتے ہیں شپرہ چشم
گرچہ مل جائیں زمانہ میں ہزاروں درگاہ — آپ ممتاز اعاظم ہیں بصد جاہ و حشم
چشم عبرت میں ہیں وہ آیتِ کبریٰ لاریب — نعمت خاص ہے وہ ذات برائے عالم
حوریں کہتی تھیں مبارک رہے یہ چاند سی سیر — وہ چلے کعبہ سے اقصیٰ کو رسول اکرم
قرب میں آپکا ہے کون شریک اور سہیم — قاب قوسین کی منزل میں تھے حضرت کے قدم
منتخب بہر امامت ہوئے مخدوم رسل — پیشوا مسجد اقصیٰ میں تھے سردارِ امم
کل رسل ساتھ تھے معراج کی کیا رات تھی وہ — جب ہوئے سبع سمٰوٰت ترے زیر قدم
واہ کیا آپ کو حاصل تھا عروج کامل — نہ ملائک نہ رسل آپ سے تھے مستقدم
یوں بڑھایا تھا خدا آپ کا رتبہ سب سے — جس طرح حرف ندا ہے سبب رفع علم
منزلِ قرب میں محبوب کا جانا کیا تھا — وصلت حق کا اشارہ تھا طلب میں مبہم
عزتِ خاص سے ممتاز تھے بے شرکت غیر — پہنچے ہر منزل عالی پہ تھے حضرت کے قدم
فضل حق سے ہوئے کیا خاص مراتب حاصل — نعمتیں مل گئیں سب آپ کو از راہِ کرم
شکر اس نعمت عظمیٰ کا ادا ہو کیوں کر — فضل اللہ سے ملا دینِ نبی مستحکم
لقب خیر امم سے ہیں مسلماں ممتاز — جیسے افضل ہیں رسولوں میں رسولِ اکرم

جب ہوئی آپ کی بعثت تو عدو گھبرائے ۔۔۔ جس طرح شیر کی آواز سے ڈرتے ہیں غنم
ریزہ ریزہ سر اعدا تھے بوقتِ پیکار ۔۔۔ ضربت تیغ کا یہ حال تھا اے شاہِ امم
بقیۃ السیف سمجھتے تھے بہ ہنگام وغا ۔۔۔ ٹکڑے ہوجائیں تو شاید کہ بچیں تیغ سے ہم
قتل و خوں منع ہے جن میں بجز ان راتوں کے ۔۔۔ اور ایام کو کفار نہ گنتے تھے بہم
ایسا مہمان تھا اسلام کہ ہنگام ورود ۔۔۔ لحم اعدا تھا سر سفرۂ ارباب ہمم
جنگ میں غازیوں کے گھوڑوں کا تھا ایسا ہجوم ۔۔۔ جیسے امواج کا ہوتا ہے تلاطم باہم
تھا ہر ایک فرد دل و جان سے نثارِ اسلام ۔۔۔ اور خواہاں تھا کہ ہو کفر کی بنیاد ہدم
غرض اس طور سے لڑتے رہے جانباز مدام ۔۔۔ مرکزِ اصلی پہ آخر ہوا دیں مستحکم
ایسی کوشش سے ملی ان کو عروس اسلام ۔۔۔ کہ سہاگ اس کا رہے تا بہ ابد در عالم
صبر میں کوہ سے بڑھ کر تھے مجاہد واللہ ۔۔۔ عرصۂ رزم ہے اب تک بھی گواہِ عالم
گر نہ باور ہو پڑھو واقعۂ بدر و حنین ۔۔۔ مرگِ کفار سے تنگ ہو گئے تھے راہِ عدم
تھا عجب معرکہ رزم کہ شمشیر و سناں ۔۔۔ خوں چکاں بالوں سے دشمن کے نکلتے تھے بہم
پشت اعدا کی تھی یا تختۂ گل کاری تھا ۔۔۔ نیزۂ خطی کے زخموں کا عجب تھا عالم
جیش اسلام میں اور کفر میں تھا فرق صریح ۔۔۔ جیسے آپس میں ہیں ممتازِ گلاب اور سلم
زرہ بکتر سے سجے ہیں وہ گل باغ نبرد ۔۔۔ فتح کی بو سے معطر ہے مشام عالم
شہہ سوار ایسے تھے بے مثل کہ پشت زیں پر ۔۔۔ سبزۂ کوہ کے مانند تھے مل جل کے بہم
خوف احرار تھا کفار کے دل میں ایسا ۔۔۔ ہوش پراں تھے جو سنتے کبھی آواز غنم
دم بخود شیر نیستاں بھی ہے اُس کے آگے ۔۔۔ جو حمایت میں رہے آپ کے اے شاہِ امم

آپ کا تابع فرمان ہے جہاں میں سرسبز
ہے عدو آپ کا مقہور و زبوں در عالم

لے لیا آپ نے امت کو بدامانِ پناہ
جس طرح بچوں کی کرتا ہے حفاظت ضیغم

جن کو دعویٰ تھا خدائی کا سخن دانی میں
وہ بھی کر دیتے تھے قرآن کے آگے سر خم

گرچہ امی تھے مگر واقفِ اسرارِ علوم
تھے یتیمی میں بھی مشہور ادیب عالم

مدح عالی کے تصدق میں مٹیں وہ زلّات
وصف میں اہل دول کے جو کیا حرف قلم

طوق مدحت گری اور خدمت شاہی کی رسن
میرے اسباب ہلاکت نہ ہوں اے شاہِ امم

عمر ساری انہی اشغال میں برباد ہوئی
فکر انجام کا دل میں نہ کبھی آیا غم

ہوس دولتِ دنیا نے بھلایا عُقبیٰ
کھو چکے عمر گراں مایہ اسی فکر میں ہم

بیچ دیتے ہیں جو دنیا کے عوض عقبیٰ کو
کیوں نہ گھاٹے میں ہمیشہ رہے یہ بیع و سلم

گرچہ آلودۂ عصیاں ہوں مگر محشر میں
آپ سے قطع تعلق نہ ہو سردار اُمم

ہوں میں حضرت کا سمی نام محمد ہے مرا
بخشوا دو کہ وفا عہد سے ہے مستلزم

دستگیری نہ اگر آپ کی ہو یوم نشور
کیوں نہ کھا جائے مجھے شامت اعمال کا غم

عزت و جاہ سے دارین میں ہے وہ ممتاز
ہو گیا آپ کا جو مورد الطاف و کرم

مجھ کو عصیاں کا نہ غم ہے نہ کوئی خوف و ہراس
ہو گیا جب سے ہوں مداح رسول اکرم

دشت و بستاں پہ ہے جس طرح سے فیض باراں
سب پہ یکساں ہیں شہا آپ کے الطاف و کرم

نعت احمدؐ ہے وسیلہ میرے بخشش کا فقط
نہ زہیرم کہ کنم طمع زر از مدح ہرم

کون اس عاجز بیکس کی سنے گا فریاد
ذات اقدس کے سوا وقت حدوث ہم و غم

ابھی بخشش میں میرے دیر گوارا ہو گی
عرصۂ حشر ہے استادہ ہے پرسش کا علم

پرتو ذات مقدس ہے وجود دارین
آپ کے علم سے ہیں جلوہ نما لوح و قلم

گرچہ ہیں کوہ گنہ دوش پہ بےحد و قیاس
پیش غفران الٰہی ہیں مگر کاہ سے کم

دیکھو بخشش کا ہے کیا حال گنہگاروں کے
بقدر جرم کے اللہ کا ہے فضل و کرم

طاؔلب عفو گنہ ہے یہ غریق عصیاں
تجھ سے بخشش کی ہے امید خدایا ہردم

دین و دنیا کے مصائب سے ہوں درماندہ مدام
رہے اس عاجز مسکیں پہ شہا چشم کرم

گل شگفتہ رہیں عالم میں صبا سے جب تک
اور جب تک ہوں جل صوت حدی سے بیغم

منقطع ہو نہ کبھی رحمتِ باری کا نزول
سرِ اقدس پہ رہے سایہ کناں ابرِ کرم

بوبکرؓ اور عمرؓ موردِ الطاف رہیں
فضل اللہ کا عثمانؓ و علیؓ پر ہو بہم

مینہ برستا رہے رحمت کا ترے صبح و مسا
آل و اصحاب محمدؐ پہ خدایا ہردم

بخش دے قاری و سامع کے گناہوں کو سبھی
عرض ہے طاؔلبِ عاصی کی بدرگاہ کرم

محمد عبدالوہاب عندلیب

قصیدۂ بُردہ شریف

اے دل درد آشنائے خستہ جاں
یاد آئے کیا جوار ذی سلم؟
گریہ وزاری سے ہردم ہے غرض
ضبط سے ہوتا ہے دل بے خود سوا
چھپ سکے گا کس طرح سوزِ نہاں؟
گر نہ ہوتی عشق کی پردہ دری
اب مُکرنا کیا؟ کہ تیرے رشک و ماہ
اشک خونیں کے نشاں رخسار پر
عشق کا ہے کچھ نرالا ہی اصول
ہیں محبت کے یہی دونوں گواہ

اشک خونیں کیوں ہیں آنکھوں سے رواں
دیکھ پایا تو نہیں برقِ اضم؟
تیری آنکھوں کو ہوا ہے کیا مرض؟
کیوں یہ بیتابی ہے تجھ کو کیا ہوا
آگ بھڑکی ہے تو اُٹھے گا دھواں
کیوں رلاتی، یاد کوہ و دشت کی
ہیں غم پنہاں کے دو سچے گواہ
دیتے ہیں عشق و محبت کی خبر
زرد ہے شاخ اور اس میں سرخ پھول
آنکھ میں طوفانِ اشک اور لب پہ آہ

کس کا آیا یہ تصور بے حجاب — اڑ گیا جب سے میری آنکھوں سے خواب
ہاں محبت کا یہی تو کام ہے — عشق کیا ہے مورد آلام ہے
اے ملامت گر ملامت چھوڑ دے — زخم پر زخم ایسی عادت چھوڑ دے
کام تو انصاف سے لیتا اگر — کیوں ملامت مجھ کو کرتا اس قدر
عذر میرا قابلِ تسلیم ہے، — عشق میرا لائق تعظیم ہے
ہائے میرا راز تجھ پر کھل گیا — درد دل خود پردہ در ہونے لگا
شعلہ زن ہے ہائے قلب مشتعل — اب تو چھپ سکتا نہیں ہے درد دل
تو نے کی اچھی نصیحت بالیقیں — سنتا ہے عاشق نصیحت کو کہیں
خیر خواہی میری تو نے کی ضرور — کیا سنوں جب ہو سماعت میں قصور
پند کی پیرانہ سالی نے مری — بدگمانی اس سے نفسِ بد نے کی
ہائے پیری اور اس کی موعظت — میں نے ضائع کی، نہ کی کچھ منزلت
عہد پیری نے نصیحت کی مجھے — سرکشی کی میں نے فرطِ جہل سے
تھا بڑھاپا اک معزز میہماں — میں نے کیں اس کی نہ خاطر داریاں
اس کی خاطر میرے نیک اعمال تھے — اس کی عزت، میرے نیک افعال تھے
ذلت و توہین پیری کی خبر — کاش ہو جاتی مجھے کچھ پیشتر
اپنے بالوں میں میں کر لیتا خضاب — تاکہ ثابت ہو ابھی تک ہے شباب
اب کہاں ہے کوئی ایسا پند گو — باز رکھے توسنی سے نفس کو
جس طرح گھوڑوں کو دیتے ہیں لگام — تاکہ ہو ہر وقت ان کی روک تھام
کیجیئے پھر بہتر اطاعت نفس کی — خواہشوں میں غیر ممکن ہے کمی

گو زمانے بھر کے تم کر لو گناہ　　منہمک اس میں رہو شام و پگاہ

نفس کا لیکن نہیں کوئی علاج　　بلکہ بڑھ کر ہوں معاصی کل سے آج

نفس بد بھی سیر ہوتا ہے کہیں　　آدمی کا ہے یہ مار آستیں

ہے یہ تاثیر غذا مانی ہوئی　　اشتہا کو اور کرتی ہے قوی

نفس بد بھی مثل طفل شیر خوار　　دودھ چھوڑے گا نہ از خود زینہار

جب تک اس کو تم چھڑاؤ گے نہیں　　دودھ مانگے جائے گا وہ بالیقیں

خواہشوں کو نفس کی روکے رہو　　تا کبھی حرص و ہوا غالب نہ ہو

حرص انساں کے لئے ہے اک بلا　　مار ڈالے یہ جو غالب ہو ذرا

نفس ہے اک چرنے والا جانور　　دیکھ بھال اس کی رہے مد نظر

جب یہ دیکھو چر رہا ہے شوق سے　　اس طرح ہرگز نہ چرنے دو اُسے

تجربہ اس کا ہوا ہے بارہا　　لذتوں نے نفس کو ضائع کیا

یہ نہ سمجھا لطف میں پنہاں ہے قہر　　بے خبر تھا شہد میں مخفی ہے زہر

پیٹ بھرنے اور بھوکے رہنے سے　　چاہیے ان دونوں سے ڈرنا تجھے

بھوک بھی حد سے زیادہ ہو اگر　　تخمہ سے بڑھ کر وہ کرتی ہے ضرر

چاہیئے آنسو رہیں ہر دم رواں　　ہوں جن آنکھوں میں معاصی کے نشاں

چاہیئے اس کی نگہبانی مدام　　آنکھ سے سرزد نہ ہو امر حرام

نفس و شیطان کا کرو ہر دم خلاف　　سمجھو ان کی بات کو لاف و گزاف

حاکم ظالم ہیں یہ دشمن ہیں یہ　　حق تعالیٰ کی قسم رہزن ہیں یہ

تم فریب بد سے دونوں کے بچو　　دست کش ان کی اطاعت سے رہو

قول سے ایسے نہ ہو جس پر عمل — کچھ نہ ہو روزِ جزا جس کا بدل
مجھ سے بھولے سے نہ ہو ایسا گناہ — اے خدائے انس و جاں تیری پناہ
بانجھ ہو عورت تو کیونکر ہو ولد — ہوگا قولِ بے عمل کیوں کر نہ رد
امر بالمعروف جب میں نے کیا — اور خود اس پر نہ میں عامل ہوا
کوئی کیا آئے گا راہِ راست پر — سننے والے پر کرے گا کیا اثر
ہو سکا مجھ سے نہ کوئی کارِ خیر — نیکیوں سے تھا مجھے گویا کہ بیر
کچھ نوافل ہی ہوئے مجھ سے ادا — اور نہ کوئی کارِ عقبیٰ ہو سکا
سر پہ میرے رہ گیا طاعت کا قرض — جز نمازِ واجبی و صوم فرض
سنتوں پر بھی ستم میں نے کیا — جو نبیِ محترم کی تھیں عطا
جو نبی طاعت میں تھے ثابت قدم — آگیا تھا جن کے پاؤں پر ورم
روتے تھے روزِ جزا کے خوف سے — فاقہ کرتے تھے خدا کے خوف سے
باندھتے تھے پیٹ پر پتھر مگر — اپنے فاقہ کی نہ دیتے تھے خبر
پاتے گر ایمائے شاہِ خوش خصال — آن میں سونے کے ہو جاتے جبال
جب ضرورت کا ہوا ہے سامنا — آپ کا زہد اور ہی بڑھتا گیا
گو ہوا بے حد ضرورت کا وفور — اس پہ غالب ہی رہا عصمت کا نور
اس کو دنیا کی ضرورت ہوگی کیا — ہستیِ دنیا کا جو باعث ہوا
وہ عرب کے اور عجم کے رہنما — سیّد عالم محمّد مصطفیٰؐ
آمرِ ناہی و سلطانِ امم — کذب سے پاک آپ کی لا و نعم
ان سے ہے سب کو شفاعت کی امید — لاکھ ہوں آفات و آلامِ شدید

دعوت حق آپ نے عالم کو دی — جس نے مانا بس وہی ہے متقی

تھام لی ہے اس نے وہ حبل المتیں — ٹوٹنے کا جس کے ہرگز ڈر نہیں

انبیائے ماسلف گزرے ہیں کم — جن میں خلق ایسا تھا یا علم وکرم

سب کے سب شہؐ سے ہیں طالب فیض کے — قطرہ اک باراں سے چلّو بحر سے

جس نبی کو جتنی حکمت دی گئی — بس اسی حد تک پہنچ ان کی ہوئی

اپنی اپنی حد پہ ٹھیرے ہیں وہ سب — آپؐ کے آگے کھڑے ہیں با ادب

باعثِ خلق دو عالم آپؐ ہیں — سب نبیوں میں مکرم آپؐ ہیں

ظاہری و باطنی پاکر کمال — ہو گئے حضرت حبیبِ ذوالجلال

جوہر فرد آپ کی خوبی ہے جب — قابلِ تقسیم ہو سکتی ہے کب

ہیں منزہ غیر کی شرکت سے آپؐ — خاص ہیں اللہ کی رحمت سے آپؐ

مدح کرلو شہؐ کی جتنی تم سے ہو — ہاں نصاریٰ کے نہ رستے پر چلو

جس قدر چاہو کرو رفعت کا ذکر — آپؐ کے اعزاز کا شوکت کا ذکر

حد سے بڑھ کر آپ کی ہیں خوبیاں — پھر زباں میں اس قدر طاقت کہاں؟

آپؐ کی جو ارفع و اعلیٰ ہے ذات — ہوتے گر اس کے مناسب معجزات

نام حضرتؐ کا لیا جاتا جہاں — زندہ ہو جاتے شکستہ استخواں

آپ نے بتلائے وہ ہم کو اصول — جو ہیں بالکل حسبِ ادراکِ عقول

نکتہ داں جو پاس ہیں یا دور ہیں — معرفت میں آپؐ کی معذور ہیں

دور تر ہو جس طرح سے آفتاب — دیکھنے کی آنکھ کو رہتی ہے تاب

پاس سے ہو جاتی ہے خیرہ نگاہ — ہیں یونہیں مستور شاہِ دیں پناہؐ

کس طرح پہچانیں حضرتؐ کو وہ لوگ
غفلتوں کا ہو دلوں میں جن کے روگ

ہے رسائیٔ علم کی بس اس قدر
ہیں بشر آپؐ اور ہیں خیر البشرؐ

انبیاؑ کو معجزے جتنے ملے
تھے کرشمے آپؐ ہی کے نور کے

انبیا تو ہیں ستارے سب کے سب
اور خورشیدِ مبیں شاہِ عربؐ

اکتسابِ نور کر کے آپؐ سے
انبیا ہوتے تھے ہادی خلق کے

جب رسالت کا وہ مہرِ پرضیا
جلوہ افگن اہلِ عالم پر ہوا

ایک تھا نورِ ہدایت ہر طرف
ہو گئے منسوخ ادیانِ سلف

اے زہے زینت دہِ خلقِ نکو
خوب رو و نیک خو و تازہ رو

تازگی میں گل، شرف میں آفتاب
بخششوں میں بحر، ہمت میں سحاب

دبدبہ ایسا تھا حاصل آپؐ کو
ساتھ جیسے لشکرِ جرار ہو

بات کرتے یا کبھی ہنستے اگر
موتیوں کی سی جھلک آتی نظر

خاکِ تربت میں ہے کیسی بوئے خوش
خوش رہے جس نے یہ سونگھی بوئے خوش

حال یہ شانِ ولادت سے کھلا
کس قدر ذی شان تھا عنصر آپؐ کا

ابتدا جیسی تھی ویسی انتہا
سر سے پا تک جلوۂ نورِ خدا

فارس کے لوگوں نے جانا تھا جبھی
ان پہ آفت کچھ نہ کچھ اب آئے گی

قصرِ نوشرواں کے چودہ کنگرے
یک بیک وقتِ ولادت گر پڑے

سارے زردشتی ہوئے زیر و زبر
ہو گئے آتش کدے سب سرد تر

آگ نے اس غم میں ٹھنڈی سانس لی
نہر بن کر چشمِ حیراں رہ گئی

آبِ ساوہ خشک سارا ہو گیا
پیاس بھی کوئی بجھا سکتا نہ تھا

آگ گویا غم سے پانی ہو گئی،
اور دریا میں تپش تھی آگ کی

قوم جن کا شور اور انوارِ حق
کرتے تھے آفاق میں اظہارِ حق

لفظاً اور معنیً یہ ثابت ہو گیا
رونقِ عالم ہوئے شاہِ ہدیٰؐ

لیکن اندھے اور بہرے تھے جو لوگ
اور دلوں میں جن کے تھا ظلمت کا روگ

ان کی نظریں کب پڑیں انوار پر
تھے جنوں کی بھی خبر سے بے خبر

کاہنوں سے سن چکے تھے بارہا
مذہبِ باطل کا دور اب ہو چکا

بتکدوں میں گر گئے بت منہ کے بل
لاتؔ اور عزّیٰؔ، مناتؔ و ودّؔ ہبلؔ

آسماں تھا ایک دل پر التہاب
اور افق میں چلتے تھے تیرِ شہاب

تھی گریزاں فوجِ شیطاں اس طرح
ابرہہ ملعوں کا لشکر جس طرح

یا وہ لشکر تھا کہ جس پر آپؐ نے
سنگ ریزے بدر میں برسائے تھے

آپ کے دستِ مبارک سے جہاں
سنگریزے تھے رواں تسبیح خواں

جیسے بطنِ حوت سے یونس نبی
نکلے تو وردِ زباں تسبیح تھی

جب بلایا آپ نے اشجار کو
کیا یہ ممکن تھا کہ پھر انکار ہو؟

چل کے ساق بے قدم سے آ گئے
سامنے حضرت کے سجدہ میں جھکے

راہ میں کچھ لکھتے جاتے تھے شجر
جس سے ظاہر تھے کتابت کے ہنر

جب نکلتے تھے حبیبِ کبریاؐ
سر پہ ہو جاتا تھا سایہ ابر کا

تاکہ گرمی سے بچائے آپ کو
اور چلنا آپ کو دوبھر نہ ہو

ہے قسم شقّ القمر کی قلبِ شاہ
اس سے نسبت رکھتا ہے بے اشتباہ

مثلِ مہ روشن بھی تھا شق بھی ہوا
پھر تامّل ہو قسم کھانے میں کیا

اللہ اللہ غار تھا کیا محترم — جس میں یکجا جمع تھے خیر و کرم
کچھ نظر آتا نہ تھا کفار کو — دیکھ سکتے تھے نہ وہ سرکارؐ کو
آپ اور صدیقؓ تھے اس میں نہاں — غار کو حاصل تھا گنجِ شائیگاں
کہتے تھے وہ غار میں کوئی نہیں — یہ نہیں ممکن کسی کا بالیقیں
غار میں مکڑی کے ہیں جالے بھرے — اور کبوتر کے بھی انڈے ہیں دھرے
آپؐ کے حق میں تھا حفظِ کبریا — دوہری زرہوں اونچے قلعوں سے سوا
ظلم جب مجھ پر زمانے نے کیا — اور ڈھونڈا میں نے ان کا آسرا
آپ نے ایسی ضمانت میری کی — جانِ آفاتِ جہاں سے بچ گئی
میں نے چاہا دین و دنیا کا بھلا — آپؐ کے دستِ کرم سے ہو گیا
خواب بھی حضرت کا عینِ وحی تھا — آنکھ جب سوتی تھی دل تھا جاگتا
وحی رویا سے تعجب کیا ہے پھر — جب تھے بیداری پہ ایسے مقتدر
تھے نبوت کے وہ ایامِ شباب — کیوں نظر آتے نہ پھر پرلطف خواب
وحی ہرگز کسب کے قابل نہیں — کسب سے وحیِ خدا حاصل نہیں
غیب کی باتیں ہیں ارشادِ نبیؐ — اس پہ کب ممکن ہے تہمت کذب کی
معجزوں سے شہ کے واقف ہے جہاں — عدل کا جس سے ہے دنیا میں نشاں
محض مس کرنے سے دستِ پاک کے — سینکڑوں بیمار اچھے ہو گئے
آپ کے دستِ شفا میں تھی یہ بات — مل گئی دیوانگی سے بھی نجات
جب دعا کی، قحط بھی جاتا رہا — اس قدر گھِر گھِر کے ابر آتا رہا
وادیوں میں چشمے پیدا ہو گئے — کثرتِ بارش سے دریا ہو گئے

کچھ کروں اظہار وصف معجزات ۔۔۔ آپ کے اس طرح روشن تھے صفات
اک عرب جس طرح دعوت کے لئے ۔۔۔ آگ شب کو کوہ پر روشن کرے
موتیوں کا حُسن بڑھتا ہے ضرور ۔۔۔ جب پروئے ان کو کوئی ذی شعور
بے پروے بھی رہیں تو بالیقیں ۔۔۔ قدر و قیمت ان کی گھٹ سکتی نہیں
پھر نہ کیوں ہو مدح گو کی آرزو ۔۔۔ وصفِ جود و نظمِ اخلاقِ نکو
آپ کا، قرآں ہے زندہ معجزہ ۔۔۔ حادث اس کی آیتیں اور معجزہ
ہے صفت خالق کی قرآن کریم ۔۔۔ جو قدیم، اس کی صفت بھی ہے قدیم
باوجود ایں کہ شد وصفش قدم ۔۔۔ مخبرِ عاد و معاد ست و ارم
اگلے سب پیغمبروں کے معجزے ۔۔۔ جب ہوئے ظاہر تو پھر مٹ بھی گئے
سب پہ فائق ہے یہ خالق کا کلام ۔۔۔ بس اسی کو حق نے بخشا ہے دوام
شبہ کی کچھ اس میں گنجائش نہیں ۔۔۔ کونسی قرآں میں فہمائش نہیں
جو معارض ہوگا اس سے، وہ ضرور ۔۔۔ مان لے گا بالیقیں اپنا قصور
اور ناحق جو معارض ہو گیا ۔۔۔ یوں بلاغت نے اسے رد کر دیا
جیسے کوئی مردِ غیرت دار ہو ۔۔۔ روک دے اپنے حرم سے غیر کو
ہیں معانی اس کے موجیں بحر کی ۔۔۔ جوش مد و جزر میں اُٹھتی ہوئی
حسن میں قیمت میں رتبہ میں مگر ۔۔۔ ان سے شرمندہ ہیں دریا کے گہر
ہیں معانی اس کے یا آب حیات ۔۔۔ لاتعد ہیں اور لاتحصیٰ صفات
قدر اس کثرت پہ کم ہوتی نہیں ۔۔۔ شوق میں اس کے کمی دیکھی نہیں
میں نے اس کے پڑھنے والے سے کہا ۔۔۔ تیری آنکھیں ہو خنک اے مرحبا

پڑھنے والے تو ہے فخرِ مومنین   اس کو تھامے رہ یہ ہے حبل المتین
جب تلاوت اس کی کرتا ہے کوئی   یہ بجھا دیتا ہے گرمی نار کی
آیتیں قرآن کی آبِ سرد ہیں   سرد کرنے میں سقر کے فرد ہیں
قاریِ قرآں اگر ہو پُر گناہ   جس کا ہو سارا بدن اور منہ سیاہ
ہوگی یہ تاثیرِ قرآنِ مجید   ہوگا آبِ حوضِ کوثر سے سفید
عدل میں قرآں ہے میزان و صراط   بس اسی پر عدل کا ہے انضباط
ہو جو منکر حاسد، اس کو جان کر   اور پھر ہو صاحبِ فہم و ہنر
کیا عجب ہو جس کی آنکھوں میں رمد   رکھے وہ مہرِ درخشاں سے حسد
جس کا منہ کڑوا ہو رکھتا ہو بخار   آبِ شیریں بھی اسے ہو ناگوار
اے حبیبِ کبریا، خیر البشر   مرجعِ آفاق ہے حضرتؐ کا در
گھیرے رہتے ہیں سدا امیدوار   پا پیادہ اور اونٹوں پر سوار
فی الحقیقت آیتِ کبریٰ ہیں آپؐ   اس جہاں میں نعمتِ عظمیٰ ہیں آپؐ
مکہ سے تا مسجدِ اقصیٰ گئے   شب کو جیسے چاند رستہ طے کرے
قابِ قوسین آپؐ کا جو تھا مقام   کون کر سکتا ہے اس سے اعتصام
آپ ہی معراج میں تھے پیشوا   انبیاء نے آپؐ کو آگے کیا
جس طرح مخدوم کو خادم کوئی   عزت و توقیر میں دے برتری
ہوتا جاتا تھا جو پیہم انکشاف   آسماں میں پڑتے جاتے تھے شگاف
آپؐ کے ہمراہ تھا جاہ و حشم   قبضہ میں حضرتؐ کے تھا جس کا علم
جس قدر جانا تھا ممکن جا چکے   کچھ نہیں چھوڑا کسی کے واسطے

ہو گیا پست آپؐ سے ہر اک مقام
زیر کر لینا اضافت کا ہے کام

تھے منادی آپؐ جب اللہ کے
تو نہ ہو کیونکر تعلق رفع سے

رتبہ پایا وصل کا خالق کے پھر
ہے یہ سرِ چشمِ خرد سے مستتر

مل گیا ہر فخر غیر مشترک
غیر نے دیکھی نہ تھی جس کی جھلک

طے کیا حضرت نے آخر ہر مقام
جس جگہ جانا کسی کا تھا نہ کام

نعمتیں جو آپؐ کو رب سے ملیں
فہم انساں اس کو پا سکتی نہیں

آپ کو رتبے ہوئے جو کچھ عطا
ان کی عظمت کی نہیں کچھ انتہا

کیوں نہ پھر نازاں ہوں ہم سب اہلِ دیں
ہم کو خالق نے دیا رکن رکیں

تا ابد جس کو نہیں ہے انہدام
ہے عنایت یہ خدا کی لا کلام

جب پیمبر کو ہمارے، کبریا
لطف سے فرمائے خیر الانبیاؐ

ہم بھی ہیں خیر الامم بے اشتباہ
ہے رعیت ویسی، جیسا بادشاہ

وہ رسولوں میں اگر ممتاز ہیں
امتوں میں ہم بھی ذی اعزاز ہیں

آپؐ کی بعثت کی جب پھیلی خبر
دل میں اعدا کے پڑا خوف و خطر

جس طرح سے پا کے آہٹ ایک بار
بھاگتی ہے بے خبر ہرنوں کی ڈار

آپؐ نے کی ان سے پیہم کارزار
ہو گئے مضطر عرب کے نیزہ دار

جس طرح تڑپے چھری کے نیچے صید
ہو گیا آخر یہ حالِ اہلِ کید

بھاگنے کی آرزو میں کہتے تھے
کوئی گدھ اے کاش ہم کو لے اڑے

تھی خبر ان کو نہ جز شہرِ حرام
کب ہوا دن، ہو گئی کس وقت شام

دینِ اسلام ان کے گھر مہمان تھا
چاہیئے مہمان کو آب و غذا

اس لئے بے دین جو کفار تھے — آپ سامانِ ضیافت بن گئے
جوشش تھا دریا کا شہ کی فوج میں — جس کی موجیں تھیں سواروں کی صفیں
حملہ ور اور فضلِ خالق پر نظر — تاکہ کردیں کفر کو زیر و زبر
دینِ حق جس کا کوئی پرساں نہ تھا — وہ عزیزِ خلق ہو کر ہی رہا
ورنہ اک بیوہ تھی شرعِ مستقیم — اور تھا اسلام اک طفلِ یتیم
سرپرست و ناصر اس کے شہ سوار — تھے وہ جیسے کوہ ہائے استوار
جس نے ٹکر کھائی ان سے آن کر — اس سے پوچھو ان کے حملوں کا اثر
غزوۂ بدر و احد جنگِ حنین — تھا نہ دم بھر کافروں کو جس میں چین
تیغیں وہ فرق و جبیں کو کاٹ کر — برگِ لالہ کی طرح تھیں خوں میں تر
برچھیاں چلتی تھیں وہ مثلِ قلم — نقطہائے زخم تھی ان کی رقم
یوں وہ سب ممتاز تھے کفار سے — جس طرح گل ہو ممیز خار سے
پھول کانٹوں میں چھپا ہو جس طرح — اسلحہ اصحاب پر تھے اس طرح
چلتی تھی جب فتح و نصرت کی ہوا — ان کی خوشبو لے کے آتی تھی صبا
جس گھڑی ہو جاتے گھوڑوں پر سوار — بیٹھتے یوں جم کے وہ عالی وقار
زین پر اگ آئے ہیں گویا درخت — جن سے عاجز ہو ہوائے تند و سخت
کافروں کے دل میں ایسا رعب تھا — غازیانِ لشکرِ اسلام کا
ایک بز غالہ سے بھی وقتِ ستیز — جان کر خارس، وہ کرتے تھے گریز
جس کی پشتی پر رسول اللہ ہو — شیر اس کے سامنے روباہ ہو
دوست جو ہے آپ کا رہے سر بلند — اور رہے دشمن سزاوارِ گزند

دین کے قلعہ میں امت آپؐ کی
فارغ البالی سے ہے اُتری ہوئی

شیر جیسے اپنے بچوں کو لئے
مطمئن ہوکر نیستاں میں رہے

کتنے ہیں منکر رسول اللہ کے
کتنے ہیں خصم اس شہِ ذی جاہ کے

ہیں پشیماں دیکھ کر برہان کو
دم بخود ہیں سن کے وہ قرآن کو

ایک اُمّی اور پھر علم اس قدر
ایسے اخلاق اور طفلِ بے پدر

جاہلیت کا زمانہ بھی وہ تھا
یہ نہیں ہے معجزہ تو پھر ہے کیا

عمر کی برباد میں نے کس قدر
کی بہت مدح و ثنائے اہلِ زر

لکھ کے اب یہ مدح محبوبِ الٰہ
چاہتا ہوں عفو ہو میرا گناہ

یہ قلادہ خدمتِ اغیار کا
مثلِ سگ تھا میری گردن میں پڑا

جس سے تھا اندیشۂ انجام بد
مجھ پہ ہوتا تھا گمان دام و دد

ہائے مجھ کو اس سے کیا حاصل ہوا
ذلتوں کے اور گناہوں کے سوا

دے کے دیں، دنیا کا جو خواہاں ہوا
اس تجارت میں اسے نقصاں ہوا

بیچے جو فانی کو دنیا کے عوض
اس کو آخر میں خسارہ ہے غرض

ہاں مگر مایوس میں ہرگز نہیں
کیونکہ قطع آرزو جائز نہیں

گو کہ نادم ہوں گنہگاروں میں ہوں
پھر بھی یوسف کے خریداروں میں ہوں

کیوں نہ ہو میرا محمدؐ نام ہے
نام کی لاج اب نبیؐ کا کام ہے

دستگیری عاقبت میں آپؐ کی
گر نہ ہو حاصل تو ذلت ہے بڑی

ہاں مگر ممکن نہیں یہ امر تو
کوئی در سے آپؐ کے محروم ہو

یہ نہ ہو گا آپ کا امیدوار
حشر میں آکر اٹھائے ننگ و عار

وقف کردی میں نے اپنی شاعری
مدح میں جب سے رسول پاک کی

ہو چکا مجھ کو رہائی کا یقیں
حشر میں رسوا میں ہو سکتا نہیں

عام ہے ہر بے نوا پر فیضِ شاہ
ہر جگہ بارش سے اگتی ہے گیاہ

میرا نصب العین کچھ دنیا نہیں
مدح سے منظور استغنا نہیں

جس طرح مدح ہرم ابن سناں
کر گیا شاعر زہیرِ نکتہ داں

جب مصیبت سے ہو دل اندوہ گیں
کچھ سہارا میرا جز حضرت نہیں

جب کریم کارساز بحر و بر
منتقم کی شان میں ہو جلوہ گر

آڑے آجائے گا جاہ مصطفےٰؐ
کیوں نہ ہو مجھ کو سہارا آپؐ کا

آپ سے دنیا و عقبیٰ کا وجود
آپؐ سے لوح و قلم کی ہے نمود

ورنہ کہیئے کس کے در پر جائیں ہم
آپ ہیں جب عالم لوح و قلم

یاس سے اے دل حذر کر ہر گھڑی
گو خطا سرزد ہوئی تجھ سے بڑی

میں نے یہ مانا کبائر ہیں گناہ
مغفرت کے سامنے ہیں مثلِ ماہ

حشر میں تقسیم رحمت ہوگی جب
تا بحد معصیت لے لیں گے سب

منعکس میری رجا یا رب نہ ہو
حشر کے دن تو خفا یا رب نہ ہو

مجھ کو تجھ سے ہے جو امیدِ عطا
اس کو پورا کر بحق مصطفےٰؐ

جب امور ہائلہ پیش آتے ہیں
دیکھتے ہی ہوش گم ہو جاتے ہیں

خوف ہے مجھ کو حسابِ حشر کا
فضل کرنا اپنا اے ربِّ ہدیٰ

اے خدائے پاک ربِّ دوسرا
تجھ سے اب ہے آخری یہ التجا

بارشِ رحمت ہو ہر دم ہر گھڑی
مجھ کو پیارا ہو رسولِ ہاشمیؐ

آلؓ پر اصحابؓ پر لاکھوں سلام
تابعین اور اہلِ تقویٰ پر مدام

اور ابو بکرؓ و عمرؓ بھی اے خدا
ہر گھڑی ہوں موردِ لطف و عطا

حضرت عثمانؓ ہوں یا حضرت علیؓ
دونوں کو حاصل ہو خوشنودی تری

اہلِ تقویٰ ہیں یہ اہلِ دیں ہیں یہ
ہیں کریم اور قابلِ تحسیں ہیں یہ

ناز سے جب تک چلے بادِ بہار
وجد میں جب تک کہ جھومے شاخسار

جب تک اونٹوں میں طرب پیدا کریں
لائیں نغموں سے حدی خواں وجد میں

ہو مصنّف اور قاری بہرہ ور
ہو مترجم پر بھی رحمت کی نظر

یا الٰہی فضل کر بہرِ حبیبؐ
دردِ دل کر دے نصیبِ عندلیبؔ

عبدالغفور خاں نامیؔ

قصیدہ بُردہ شریف

کیا تجھے یاد آگئے ہمسایگان ذی سلم — بہتے ہیں آنکھوں سے تیری اشک یہ کیوں دمبدم
یا نسیم کاظمہ آئی ہے کوئے یار سے — یا جھلک محبوب کی دکھلاگئی برق اضم
رک کہا تو نے جو آنکھوں کو تو یہ روتی ہیں اور — تھم کہا دل کو اگر تو نے تو ہوتا ہے ستم
کیا یہ عاشق جانتا ہے عشق بھی چھپ جائیگا — یوں لگی دل کی جو بھڑکے یوں بہے جو چشم نم
گر نہ ہوتا عشق یاد آتا دیارِ یار کیوں — کیوں قیامت ڈھاتی یادِ قامتِ قدِ صنم
عشق سے انکار اب کیا ہو چکے جب دو گواہ — ایک بیماری الفت دوسرا اشک بہم
زرد رنگت ناتوانی آنسوؤں کے خط ترے — تیرے چہرہ پر لگا دی عشق نے مہرِ اتم
ہاں خیالِ یار نے آکر جگایا خواب سے — کر دیا ہے عشق نے سب لذتوں کو اک الم
اے ملامت گر محبت میں مجھے معذور جان — منصفی ہوتی تو مجھ پر تو نہ کرتا یوں ستم
تجھ سے بڑھ کر غیر پر بھی کھل گیا ہے رازِ دل — درد میرا مٹنے والا ہے نہ ہو سکتا ہے کم
اے نصیحت گر نصیحت میں مجھے معذور جان — میں ہوں عاشق کان کب رکھتا ہوں میں تو ہوں اصم
میں نے پیری جیسے ناصح کو بھی جھٹلا ہی دیا — جھوٹ کی پیری پہ تہمت آشکارا ہے ستم

نفس امارہ ہوئی تجھ کو نہ عبرت ہی نصیب
پند پیری سے ہوا ناداں تیرا سر نہ خم

نیکیاں کر کے سفیدی کی مری عزت نہ کی
اور نہ رکھا نفس نے اس بوڑھے مہماں کا بھرم

جانتا گر مجھ سے پیری کی نہ ہو گی آبرو
اس سفیدی کو چھپا لیتا لگا لیتا کتم

کون ہے ایسا جو روکے نفس سرکش کو مرے
روکتی منہ زور گھوڑے کو ہیں جس طرح لجم

کثرتِ عصیاں سے حرص نفس کو ہرگز نہ مار
کھانے پینے سے نہیں بھرتا اگھوری کا شکم

نفس بچہ کی طرح ہے گر چھڑا دو چھوڑ دے
دودھ ملتا جائے تو پیتا نہیں کرنے کا کم

نفس کے تابع نہ ہو خواہش کی کر لے روک تھام
مار دے بدنام کر دے یہ جو بن جائے حکم

ہو نگہباں اس کا جب دنیا میں ہو مشغول نفس
اس کی لذت سے بچا، دنیا ہے اس کے حق میں سم

کیسی کیسی لذتیں سامان بربادی ہوئیں
نفس کے دھوکے میں آ کر کھا گیا انسان سم

بھوک کی لالچ سے بچ، سیری کے دھوکے میں نہ آ
بھوک کی آفت نہیں ہوتی ہے بدہضمی سے کم

بدنگاہی جس نے کی ہے ایسی آنکھوں کو رلا
تا ندامت کو تری دھو ڈالیں یہ اشک بہم

نفس اور شیطاں کے ہرگز کہے پر تو نہ چل
ہے نصیحت میں بھی ان کی دشمنی تیری رقم

نفس اور شیطاں خصم ہوں یا حکم دشمن ہیں یہ
ان کے دھوکے میں نہ آ تو جانتا ہے ان کے دم

توبہ ایسے قول سے جس پر عمل کوئی نہیں
نسل کی نسبت اسے دی بانجھ ہو جس کا شکم

خود تو کچھ کرتا نہیں دیتا ہوں نیکی کی صلاح
کیا اثر ہو تجھ پہ کچھ میں بھی تو کرتا بیش و کم

فرض پڑھ لی اور نوافل سے نہ لی کچھ زاد راہ
روزے ہی رکھا نہ سجدے میں کیا سر ہی کو خم

ان کی سنت ترک کی جو رات بھر پڑھتے نماز
پڑھتے پڑھتے جن کے دونوں پیروں پر آتا ورم

جس نے فاقوں میں رکھا پہلو کو اپنے باندھ کر
بھوک کی شدت میں پتھر سے کسا جس نے شکم

سونے کے اونچے پہاڑوں نے کیا مائل بہت
ان کو ٹھکرایا، کہا، ایسے ہیں ہم عالی ہمم

زہد پر ان کے ضرورت غالب آسکتی نہ تھی
ڈگمگا سکتی نہ تھی حاجت کوئی ان کے قدم

ان کو دنیا کی ضرورت کھینچے کیا اپنی طرف
وہ نہ ہوتے تو یہ دنیا آپ ہی خود تھی عدم

وہ محمد سید الثقلین سردار دو کاں
ان کی امت میں ہیں سارے کیا عرب اور کیا عجم

آمر و ناہی نبی ایسا ہوا کوئی نہیں
ان سے بہتر کہنے والا ہی نہ تھا لا و نعم

ہیں یہ وہ جن کی شفاعت سے ہے ہر اک کو امید
ہول میں آفت میں یا ہو رنج یا کوئی الم

جو گئے ان کے بلاوے پر انھیں ہاتھ آگیا
دین کی مضبوط رسی دین کا مضبوط کھم

صورت و سیرت میں تھے سارے نبیوں سے سوا
علم ان کا سا کسی میں تھا نہ ان کا سا کرم

انبیا سب مانگتے تھے ان کے بحر علم سے
ایک چلو ایک قطرہ بلکہ قطرے سے بھی کم

انبیا کا رتبہ ان کے علم کے آگے ہے یوں
جیسے نقطے لفظ پر حرفوں پہ جیسے فتح و ضم

تھا انھیں پر ختم حسن ظاہری و باطنی
جب تو محبوب خدا تھا انبیا میں ان کا دم

خوبیوں میں آپ کی کوئی نہ تھا ہمسر شریک
آپ تھے اس حسن کے جوہر نہ تھا جو منقسم

جو نصاریٰ نے کہا عیسیٰ کو ایسا تو نہ کہہ
اور جو جی چاہے ترا وصف ان کے کر رقم

ذات اقدس کے شرف میں جو ترا جی چاہے بول
شان میں ان کی بیاں کر جتنے جی چاہے عظم

حد نہیں ہے جب رسول اللہ کے اوصاف کی
پھر کرے گا کیا بیاں، کوئی زباں والا ہو فہم

ان کی عظمت کے موافق گر ہوں ظاہر معجزے
نام پڑھ دیں ہڈیوں پر ان کا تو آجائے دم

آزمائش کی نہ ایسی، عقل حیراں جس سے ہو
اس طرح سمجھا دیا دیں، شک نہ کرنے پائیں ہم

آپ کی کہنہ حقیقت کو سمجھنے کے لئے
دور ہوں نزدیک ہوں ہر طرح سے عاجز ہیں ہم

دور سے چھوٹا نظر آتا ہے جرم آفتاب
دیکھیں گر نزدیک سے ہو جائیں خیرہ چشم ہم

کس طرح ان کی حقیقت ایسے لوگوں پر کھلے
جن پہ طاری خواب غفلت دیکھتے رہتے ہیں ہم

جاننے کی ان کو حدیث ہے کہ وہ ہیں اک بشر — اور ساری خلق میں افضل ہیں اور فخر امم
جو رسولوں نے کئے دنیا میں ظاہر معجزے — آپ ہی کے نور سے روشن ہوئے وہ دم بدم
چاند تارے انبیا ہیں آپ ان میں آفتاب — نور سے سورج کے تارے کرتے ہیں تاریکی کم
ہو گیا دنیا میں جب ماہ ہدایت کا طلوع — ہو گیا روشن زمانہ ہو گئے زندہ امم
حسن صورت حسن سیرت پر یہ زیبائی بھی تھی — خندہ پیشانی سے تھے حضرت ہمیشہ متبسم
غنچۂ گل ہیں لطافت میں، شرف میں بدر ہیں — دہر ہمت میں ہیں دریائے کرم عالی ہمم
آپ کی شان جلالت تھی یگانہ دہر میں — رعب رکھتے تھے ہر اک پر آپ بے فوج و حشم
اس دھن میں گویا پوشیدہ ہیں وہ در صدف — جن کا معدن نطق ان کا اور ان کا متبسم
ہے نصیبے والا جس نے سونگھا اور بوسہ دیا — وہ مقدس جسم جس خاک معطر میں ہے ضم
واہ کیا کہنا، زہے روز ولادت روز مرگ — پاک آئے اور سدھارے پاک ہی سوئے عدم
دیکھا اس میلاد میں زرتشت نے اپنا زوال — کاہنوں نے خوف دلوایا کہ اب آئے ستم
منتشر جیسے ہوا تھا لشکر نوشیرواں — اہل فارس میں ہوا ایوان کسریٰ منہدم
ایک آہ سرد بھر کر بجھ گئے آتش کدے — نہر بہتے بہتے ٹھٹکی، ہو گئی گم ایک دم
اہل ساوہ کو یہ غم تھا ہو گیا خشک ان کا گھاٹ — لوٹتے تھے گھاٹ سے پیاسے بصد رنج و الم
اف اے سوز غم کہ پانی بن گیا تھا مثل آگ — آگ پانی بن گئی تھی ہو گئی تھی اتنی نم
دی صدا ہاتف نے، ظاہر نور حق ہونے لگا — لفظ و معنی میں ولادت کا بیاں تھا بیش و کم
اندھے بہرے کفر سے کیا سنتے اور کیا دیکھتے — تھر دالی بجلیاں اور نور ایماں کے علم
خبریں سن سن کر نہ راہ راست پر کفار آئے — گرچہ کاہن کہتے تھے مٹ جائے گا دین عجم
دیکھ کر رجم شیاطین فلک ایماں نہ لائے — بتکدوں میں دیکھتے تھے گر گئے اوندھے صنم

ہٹ گئے رستے سے اللہ و رسول اللہ کے
خبریں دینے والے جن سب بھاگے مل مل کر بہم

اس طرح بھاگے وہ جیسے ابرہہ کی فوج تھی
یا وہ لشکر جو ہوا کنکر سے ان کے منہزم

یوں نبیؐ نے پھینک کر کنکر ہمیں دیدی نجات
بطن ماہی سے نکالے جیسے یونس نے قدم

جب درختوں کو بلایا آپ نے اپنی طرف
سجدہ کرتے آئے گرچہ وہ نہ رکھتے تھے قدم

خوشنما خط گویا ان اشجار کی شاخوں کا تھا
راہ میں سطروں کو لکھا جیسے لکھتے ہوں قلم

دوپہر کی لو سے حضرت کو بچاتے یہ شجر
رہتے مانند ابر کے جاتے جدھر ابرِ کرم

آپ کے قلب منور اور شقّ صدر سے
ماہ منشق کو ہے نسبت کہتا ہوں کھا کر قسم

چشم اعدا کور تھیں جب غار میں جا کر چھپے
وہ مجسم خیر وہ صدیق تصویر کرم

غار میں دونوں تھے صدیق و نبی، لیکن قریش
کہہ رہے تھے آدمی کوئی نہیں ہیں ایک ہم

جالا مکڑی باندھتی اور کیوں کبوتر گھومتے
غار میں ہوتا جو انساں تھے اسی ظن میں بہم

تھے حفاظت میں خدا کی ہو گئے تھے بے نیاز
زرہ سے اور آہنی قلعوں سے سردار امم

جب زمانے نے ستایا ان سے جب مانگی پناہ
رنج سے مجھ کو نکالا اور کیا لطف و کرم

دین و دنیا کی جو نعمت مانگی اس دربار میں
مل گیا سب مجھ کو ایسے آپ ہیں بحر کرم

نیند میں بیدار دل رہتا تھا، آتی تھی وحی
ہو نہ منکر، خواب ان کا تھا نہ بیداری سے کم

خواب میں تھا وحی کا آنا نبوت سے قریب
شک نہیں اس میں نہ تھا وہ وحی کے عالم سے کم

یہ نبوت سعی سے حاصل نہیں ہوتی کبھی
غیب کہنے پر نبی کوئی نہیں ہے متہم

ان کے چھو لینے سے اچھے ہو گئے کتنے مریض
چھٹ گئے قید جنوں جاتا رہا رنج و الم

خشک سالی میں دعا نے کر دیئے جنگل ہرے
قحط کی تاریکی میں چمکی دعا بن کر درم

ابر اٹھا جب اٹھے دست دعا مینہ آگیا
وادیاں دریا ہوئیں نالے بنے سیل عرم

وہ نمایاں معجزے کر دوں بیاں تجھ سے جو ہیں
مثل اس آتش کے سلگائیں جسے اہلِ کرم

حسن بڑھ جاتا ہے ان کا جب پروئے جاتے ہیں
قدر موتی کی بکھرنے سے نہیں ہوتی ہے کم

آرزو ان کے مدح کی مدح خواں کیونکر کرے
وصف سے بالا ہیں ان کے سارے اخلاق و شیم

گرچہ حادث ہیں بظاہر سب کی سب آیاتِ حق
در حقیقت ہیں قدیمی ذاتِ اقدم میں ہے ضم

پاک ہیں قیدِ زمانے سے سناتے ہیں مگر
واقعاتِ روزِ محشر قصۂ عاد و اِرم

دائمی ہے معجزہ قرآن کو ہے فوقیت
انبیا کے معجزے ٹلتے گئے ہیں دم بہ دم

آیتیں ساری ہیں سچی شک کی گنجائش نہیں
فیصلوں میں اپنے سارے آپ ہی خود ہیں حکم

گر ہوا دشمن مقابل آیتِ قرآن کے
سامنے آیات کے کرنا پڑا سر اس کو خم

معترض کو دور یوں اس کی بلاغت نے کیا
بد نظر لوگوں سے جیسے دور رہتے ہوں حرم

بحر میں ہوں موج جتنے ان میں معنی اس قدر
لفظ جن کے حسن و قیمت میں نہیں گوہر سے کم

ہیں عجائب اتنے ان میں بیشمار و بے حساب
جن کے پڑھنے سے نہ جی تھکتا نہ ہوتا شوق کم

آنکھ کی ٹھنڈک ملی قاری کو تو میں نے کہا
مل گیا حبلِ متیں ہم کو نہ چھوڑ اب ایک دم

آتشِ دوزخ کے ڈر سے گر پڑھو قرآن کو
ان کی ٹھنڈک شعلۂ آتش کو کر دے گی عدم

حوض ہیں آیاتِ قرآں، گنہ دھونے کیلئے
صاف کر دیتے ہیں چہرے اور سیاہی ان کی کم

عدل میں آیاتِ قرآنی ہیں میزان و صراط
یہ نہ ہوتیں تو نہ قائم عدل ہوتا لاجرم

کر نہ حیرت گر کرے انکار حاسد بغض سے
دل میں قائل ہے دکھانے کو کیا کرتا ہے ذم

ہو اگر آشوب تو چبھتا ہے سورج آنکھ میں
اور بیماروں کے منہ کو میٹھا پانی بھی ہے سم

آپ ہیں ان سب میں بہتر جن کے در پر متقی
اونٹ پر یا پا پیادہ چلتے جاتے ہیں بہم

آیتِ کبریٰ ہیں حضرت آنکھ والوں کے لئے
مغتنم کو نعمتِ عظمیٰ ہیں سردار امم

اس طرح مکّے سے حضرتؐ مسجدِ اقصیٰ گئے ‏ جس طرح تاریک شب میں نور رواں بدرِ اتم
آپ نے معراج میں پایا وہ قوسینی مقام ‏ آپ پہونچے اس جگہ جس جا نہ مارے کوئی دم
انبیاو مرسلیں نے یوں بنایا پیشوا ‏ خادموں سے جیسے ہو مخدوم کا آگے قدم
انبیا کے ساتھ ساتوں آسماں کی سیر کی ‏ صاحبِ لشکر تھے واں کے، یاں کے سردار امم
کوئی رتبہ قرب کا چھوڑا نہ ہمسر کے لئے ‏ آپ کی رفعت کو پا سکتا نہ تھا کوئی قدم
حرفِ جر کی طرح ہر رتبہ کو کر ڈالا تھا پست ‏ دی ندا حق نے تو واں اک آپ تھے اسمِ علم
تا عیاں ہو وہ مقام راز جو پوشیدہ تھا ‏ تا کھلیں اسرار وہ جو آج تک تھے مکتتم
آپ کا وہ فخر ہے جس میں نہیں کوئی شریک ‏ آپ کا وہ مرتبہ، ہیں جس سے رتبے سب کے کم
جو جلیل القدر درجے آپ کو حق نے دیئے ‏ اور جو نعمت ملی ہے آپ کو ملتی ہے کم
خوش ہوا اے اسلام والو فضل سے اللہ کے ‏ جو کبھی گرنے نہ پائے وہ ملا ہے ہم کو کھم
جب پکارا خود خدا نے آپ کو خیر الرسل ‏ شکر خالق بن گئے ہم امتی خیر الامم
خوف بعثت نے عدو کے دل کو یوں تھرا دیا ‏ چونکتے ہیں شیر کی آواز پر جیسے غنم
دشمنوں سے جنگ کرتے آپ جب میدان میں ‏ گوشت جیسے کندہ پر، دشمن کے ہوتے سر قلم
بھاگتے جاتے تھے اعدا رن سے یہ کہتے ہوئے ‏ چیل کوّے لپکے اڑتے کاش تکے ہوتے ہم
راتوں پر راتیں گذرتی تھیں بلا حصر و شمار ‏ امن مل سکتا نہ تھا جب تک نہ ہوں ماہ حرم
لشکر اسلام وہ مہمان تھا گھر میں کفر کے ‏ دشمنوں کے گوشت ہی سے جس کا بھرتا ہو شکم
گھوڑے لشکر کے نہ تھے یہ تھا سمندر کا چڑھاؤ ‏ کشمکش میں تھے بہادر گویا موجیں تھیں بہم
اجر کی امید میں لڑتا تھا ہر اک جاں نثار ‏ کفر کی بنیاد ڈھانے کو بڑھاتا تھا قدم
اس حمایت کی بدولت ایک ملت ہو گئی ‏ اجنبی اسلام میں جو تھے ہوئے مل کر بہم

باپ شوہر دین کو ایسے ملے ہیں بہترین ‏ بیوگی کا ڈر نہ ہے اس کو یتیمی کا الم
تھے پہاڑوں کی طرح وہ صبر و استقلال میں ‏ پوچھو ان کے دشمنوں سے کیسے تھے وہ تازہ دم
پوچھ لو جنگ حنین و جنگ احد و بدر سے ‏ موت کی سختی عدو پر کچھ وبا سے تھی نہ کم
کالے کالے بال والے سر پہ جب کرتی تھی وار ‏ سرخ ہو ہو کر چمکتی ان کی شمشیر دو دم
زخم خوردہ جسم اعدا یا تھے نقطہ دار حرف ‏ ان کے نیزے ایسے چبھتے جیسے لکھتے ہیں قلم
تھے مسلح تھا جبیں پر ان کے سجدہ کا نشاں ‏ ایک مثل گل تھا گویا دوسرا مثل سلم
فتح کی دی ہے صبا نے ان دلیروں کی خبر ‏ زرہ میں تھے ایسے جیسے پوست میں غنچہ بہم
بیٹھتے گھوڑوں پہ جم کر جیسے ٹیلوں پر درخت ‏ زین کی خوبی نہ تھی، تھے شہسواری میں اتم
خوف دل پر چھا گیا تھا اس قدر کفار کے ‏ شیر دل کرتے تصور گر نظر آتے غنم
خوف کیا اس کو رسول اللہ کی ہو جس کو مدد ‏ سامنے گر شیر بھی آجائے تو مارے نہ دم
فتح و نصرت ہی میں تو دیکھے گا ان کے دوست کو ‏ دشمن ان کے کھاتے جائیں گے شکستیں دم بدم
شیر رہتا ہے گوی میں جس طرح بچوں سمیت ‏ حافظ امت رہے اس طرح سردار امم
منہ کی کھایا جب کوئی قرآن کے منہ آگیا ‏ معجزوں سے منکروں کے سر ہوتے جاتے تھے خم
بے پڑھے لکھے ہو علامہ یہ کم اعجاز ہے ‏ جاہلیت اور یتیمی میں یہ علم ایسے حکم
تا مٹالوں نوکری و شاعری کے سب گناہ ‏ یہ قصیدہ نعت اقدس میں کیا میں نے رقم
خدمت شاہی نے قربانی کا بکرا کر دیا ‏ مدح گوئی نے مجھے پہنا دیا ہے طوق ذم
دونوں کاموں میں رہا گمراہ بچوں کی طرح ‏ کچھ نہیں حاصل ہوا مجھ کو بجز جرم و ندم
نفس نے ایسی تجارت کی کہ گھاٹا ہو گیا ‏ بیچ کر دنیا کیا حاصل نہ دیں اس کا ہے غم
جس نے بیچا دین کو دو روزہ دنیا کے عوض ‏ جتنا اندازہ لگائیں اس کے نقصاں کا ہے کم

گرچہ عاصی ہوں مگر عہد نبیؐ مضبوط ہے — میری رسی ٹوٹنے والی نہیں ہے ایک دم
ہے محمد نام میں بخشش مری ہوگی ضرور — گرچہ عاصی ہوں مگر اس نام پر ہوگا کرم
آپ محشر میں نہ میری دستگیری گر کریں — فضل سے اپنے تو بس سمجھو کہ پھر پھسلا قدم
ہے بعید از ذات اقدس مجھ کو کر دیں نا امید — غیر ممکن ہے کہ لوٹے کوئی محروم کرم
ہوگیا ہوں جب سے میں مشغول نعت مصطفٰے — میری بخشش کے لئے اب مل گیا دست کرم
جس گدا کو آپ دیں، محتاج پھر رہتا نہیں — خشک پودے جس طرح تازہ کرے ابر کرم
مال دنیا کی نہیں ہے آرزو مثل زہیر — جس نے دولت ہاتھ کی تھی کر کے تعریف ہرم
کون دیگا یا نبی جز آپ کے مجھ کو پناہ — حادثات دہر میں نازل ہوں جب مجھ پر ستم
کم نہ ہوگا آپ کا رتبہ اگر مجھ کو بچائیں — جب ظہور حق تعالیٰ ہو بشان منتقم
آپ کی بخشش کا اک ذرہ ہیں دنیا آخرت — ایک شمہ علم کا ہیں دونوں یہ لوح و قلم
رحمت رب سے نہ ہو مایوس اے نفس شریر — اس کی رحمت ہے زیادہ اور گنہ ہیں تیرے کم
جس قدر ہیں گنہ رحمت کی رکھ اتنی ہی امید — حشر میں اللہ جب رحمت کرے گا منقسم
میرے رب امید کو الٹی نہ ہونے دے مرے — کر حساب حشر آساں مجھ پہ کر رحم و کرم
مہربانی کر مرے بندہ پر ترے دارین میں — صبر عاجز آگیا ہے سہتے سہتے رنج و غم
حکم دیدے ابر رحمت کو کہ برساتا رہے — بیکراں رحمت نبی پر اور ترا فضل و کرم
پھر ابوبکر و عمر، عثماں و حیدر پر مدام — فضل کر تارہ اسی طرح اسی طرح کرم
بعد ازاں اصحاب و آل و تابعیں پر رحم کر — جو تھے اہل تقویٰ اہل علم اور اہل کرم
باغ میں جب تک ہوا سے ڈالیاں ہلتی رہیں — مست اونٹوں کو کریں جب تک حُدی خواں کے نغم
اس کے پڑھنے سننے والوں کو الٰہی بخش دے — بس اسی خیرات کا طالب ہے ناجی کا قلم

محمد فیاض الدین نظامیؔ

قصیدہ بُردہ شریف

کیا تمھیں یاد آ گئے ہمسایگانِ ذی سلم
خون کے آنسو جو آنکھوں سے رواں ہیں دمبدم

یا صبا لائی ہے سمت کاظمہ سے اک پیام
یا ہوا بجلی سے روشن رات میں کوہِ اضم

کیا ہوا آنکھوں کو تیری رو رہی ہیں زار زار
کیا ہوا دل کو ترے کیوں اس قدر کھاتا ہے غم

ہے عبث تیرا گماں چھپتا نہیں ہے رازِ عشق
اس کو افشا کر رہے ہیں سوزِ دل اور چشمِ نم

یوں نہ ویرانوں پہ روتا گر نہ ہوتا سوزِ عشق
مضطرب کرتے نہ تجھ کو قصۂ بان و علم

عشق سے انکار کرنا تیرا ممکن ہی نہیں
ہیں گواہِ معتبر صورت تری اور چشمِ نم

خطِ اشک اور لاغری نے عشق ثابت کر دیا
زرد رخساروں پہ گویا سرخیِ شاخِ عنم

ہاں خیالِ یار نے مجھ کو جگایا رات بھر
لذتوں کو کر دیا ہے عشق نے رنج و الم

ناصحا تو عشق میں کر معذرت میری قبول
ہے اگر انصاف تجھ میں کر نہ مجھ پر یہ ستم

اب تو واقف ہو چکے اغیار میں تیرے سوا
درد میرا ہو نہیں سکتا کسی صورت سے کم

تھی نصیحت خوب لیکن اس کو سنتا کس طرح
ناصحا عاشق کے حق میں ہے سماعت کالعدم

تھی ضعیفی کی نصیحت پھر بھی دل بدظن ہوا
گو نصیحت میں ضعیفی ہے بہت دور از تہم

نفس امارہ نے نادانی سے کچھ پروا نہ کی
نیکیوں سے میں نے اس مہمان کی خاطر نہ کی
کاش میں پہچانتا توقیر اس مہمان کی
کون ہے جو نفسِ سرکش کو مرے یوں پھیر دے
نفس کی خواہش گناہوں سے نہیں ہوتی ہے دور
نفس کی ہیں عادتیں مانندِ طفلِ شیر خوار
خواہشوں کو روک ہرگز نفس کا تابع نہ ہو
باز رکھ حسنِ عمل کو لذتِ تشہیر سے
لذتیں چکنی غذا کی زہر قاتل تھیں مگر
مکر سے کر خوف اُن کے شکم سیری ہو کہ بھوک
ان گناہوں کو جو آنکھوں میں بسے ہیں دور کر
نفس و شیطاں کا مخالف بن نہ مان ان کا کہا
تو نہ کر ان کی اطاعت ہوں یہ حاکم یا عدو
مجھ کو قولِ بے عمل سے توبہ کرنی چاہیئے
کی نصیحت دوسروں کو اور ہیں خود بے عمل
زادِ راہِ آخرت اک نفل کا بھی تو نہیں
سنتِ بیداریِ شب پر کیا میں نے ستم
بھوک کی شدت کے باعث اور فاقوں کے سبب

یوں تو پیری کی نصیحت تھی نہایت محترم
آن پہنچی جب ضعیفی سر پہ میرے ایک دم
پس چھپا لیتا سفیدی سر کی از رنگ، کتم
روکتے ہیں جیسے گھوڑوں کو لگاموں سے بہم
جس طرح جوع البقر میں پُر نہیں ہوتا شکم
دودھ پیتا جائیگا جب تک چھڑائیں گے نہ ہم
تا نہ کردے ختم یا پھر عیب و الالم سے کم
اس چراگاہِ ہوس سے دور رکھ اپنا قدم
کھانے والے نے نہ جانا اس میں پوشیدہ ہے سَم
آفتیں خالی شکم کی کچھ نہیں سیری سے کم
ہو پشیماں اور بہا اشکِ ندامت دمبدم
ان کی اچھی بھی نصیحت جھوٹ سے کیا کچھ ہے کم
جانتا ہے خوب تو مکرِ عدو مکرِ حکم
گویا بانجھ عورت سے اُمیدِ نسل رکھتے ہیں ہم
ہو نصیحت کا اثر کیا بے عمل جب خود ہیں ہم
جز نمازِ فرض و روزہ کچھ نہیں رکھتے ہیں ہم
طاعتِ شب کے سبب تھا جن کے قدموں پر ورم
آپ نے پتھر سے باندھا نازپروردہ شکم

زر کے بن کر جب پہاڑ آئے کہ مائل ہوں حضور
کچھ توجہ تک نہ کی تھے آپ وہ عالی ہمم

ایسی حالت پر بھی تقوٰے کو کیا مضبوط تر
سچ ہے حاجت غالب آسکتی نہیں جب ہو عصم

کیا کرے مائل ضرورت ان کو دنیا کی طرف
گر نہ ہوتے آپ تو دنیا بھی ہوتی کالعدم

ہیں محمدؐ سید کونین شاہِ جن انس
اور شہنشاہِ دو عالم مالک عرب و عجم

امر و ناہی کے پیمبر ہیں نہیں ان کا جواب
ہیں نہایت صاف گو وہ قول لا ہو یا نعم

وہ حبیب ایسے ہیں جن سے ہے شفاعت کی امید
ہوں گی نازل آفتیں پیش آئیں گے جب رنج و غم

دعوتِ حق آپ نے دی اور کیا جس نے قبول
اس نے ایسی ڈور تھامی جو نہ ہوگی منفصم

سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے خَلق میں اور خُلق میں
انبیا میں سب سے اکمل آپؐ کا علم و کرم

انبیا سب ملتمس ہیں تا کہ مل جائے انھیں
ایک جرعہ بحر سے یا قطرہ از ابرِ کرم

اپنے حدِ مرتبہ پر سب کھڑے ہیں روبرو
جیسے نقطہ لفظ میں اعراب لفظوں میں بہم

صورت و سیرت میں ہیں سرکار عالی مرتبت
اس لئے ان کو کیا حق نے حبیب محترم

کوئی عالم میں نہیں ان کا محاسن میں شریک
حُسن میں جوہر ہے یکتا جو نہ ہوگا منقسم

جو نصاریٰ نے کہا عیسیٰ کے حق میں تو نہ کہہ
جس قدر ممکن ہو کر مدح نبیؐ محترم

جو شرف ہو ذاتِ اقدس کی طرف منسوب کر
جتنی عظمت چاہیے کر شانِ والا میں رقم

حد نہیں ہے کوئی حضرت کے کمال و فضل کی
ہو بیاں کس منہ سے توصیفِ شہِ خیر الامم

ان کی عظمت کے برابر معجزے ہوتے اگر
ہوتے زندہ نام سے سب استخواں ہائے رمم

باز رکھا امتحاں سے جس سے عاجز ہو سمجھ
مہربانی کی نہ بچتے یوں گماں و شک سے ہم

سرِ باطن کی حقیقت نے کیا خلقت کو دنگ
دور سے نزدیک سے سب فہم بھی ہے منفحم

وہ ہیں مثلِ شمس جو ظاہر ہو چھوٹا دور سے
اور آنکھیں قرب سے ہوتی ہیں خیرہ ایک دم

اہلِ دنیا کس طرح ان کی حقیقت پا سکے
خوابِ غفلت میں ہیں گویا قوم خوابیدہ ہیں ہم

انتہائے علم کہتی ہے وہ ہیں خیرِ البشر
جملہ مخلوقات میں رکھتے ہیں وہ شانِ اتم

جو رسولانِ جلیل القدر کے تھے معجزے
آپؐ ہی کے نور سے پایا تھا سب نے یہ کرم

آفتابِ فضل ہیں وہ سب ستارے انبیا
کرتے ہیں ظلمت میں ظاہر سب پہ انوارِ کرم

ہو گیا خورشید طالع اور ہوا روشن جہاں
آپؐ کے نورِ ہدایت سے ہوئیں زندہ امم

کیا عظیم الخلق صورت ہے مزین خلق سے
حسنِ صورت مشتمل ہے خندہ روئی سے بہم

تازگی میں ہیں وہ غنچہ اور شرف میں مثلِ بدر
دہر میں ہمت ہیں اور بخشش میں دریائے کرم

ہیں جلال و رعب میں سرکار عالی بے نظیر
جیسے گرد و پیش رکھتا ہے کوئی فوج و حشم

ہیں وہ دندانِ مبارک مثلِ موتی سیپ میں
معدنِ نطق و تبسم ہے وہ دہنِ محترم

ہے وہ خوش قسمت جو سونگھے اور بوسہ دے اسے
اے خوشا خوشبوئے خاکِ تربتِ شاہِ امم

ان کی پیدائش سے ساری خوبیاں ظاہر ہوئیں
پاک اُن کی ابتدا اور پاک ان کا مختتم

اہلِ فارس کو ولادت کی خبر جب مل گئی
ہو گئے وحشت زدہ اور چھا گیا رنج و الم

قصرِ کسریٰ گر پڑا اور پارہ پارہ ہو گیا
اور پراگندہ ہوئے کسریٰ کے ساتھی ایک دم

آتشِ فارس نے ٹھنڈی سانس لی افسوس سے
نہر بھی چشموں کو بھولی از رہِ اندوہ و غم

اہلِ ساوہ تھے پریشاں خشک چشمے دیکھ کر
لوٹتے تھے گھاٹ سے غصہ میں پیاسے پر الم

پانی پانی ہو گئی تھی آگ مارے رنج کے
اور پانی ہو گیا تھا آتشیں از سوز و غم

کی فغاں جنات نے انوار بھی چمکے ادھر
نورِ حق روشن ہوا الفاظ و معنی سے بہم

اندھے اور بہرے تھے سنتے کس طرح خوشخبریاں
بلکہ خوفِ برق بھی ان کو نہ تھا از رنج و غم

دی خبر اقوام کے سب کاہنوں نے بعد ازاں
دین ان کے ہو گئے باطل ہوئے سب کالعدم

بعد ازاں یوں ٹوٹتے تاروں کو دیکھا چرخ نے
اور منہ کے بل گرے سب سرنگوں ہو کر صنم

بھاگتے تھے راستے سے وحی کے شیطان یوں
ایک پیچھے دوسرے کے سر پہ رکھ اپنا قدم

تھا وہ لشکر ابرہہ کا یا پراگندہ سی فوج
سنگریزے جن پہ پھینکے تھے یدِ شاہِ امم

لیکے نام اللہ کا پھینکا جو کنکر آپؐ نے
حضرت یونس کو اگلا جیسے ماہی کا شکم

ہو کے مسجود آپؐ کی دعوت پہ اشجار آ گئے
پیڑ سے چلتے ہوئے رکھتے نہ تھے گو وہ قدم

ان درختوں نے لکیریں خوب کھینچیں اور لکھا
ڈالیوں سے اپنی وسطِ راہ میں با پیچ و خم

ابر کے مانند وہ سایہ فگن تھے آپؐ پر
تا بچائے گرم موسم کی حرارت سے بہم

قلبِ پاکِ مصطفیٰؐ سے چاند کو نسبت ہے خاص
ماہ منشق کی قسم کھاتا ہوں میں سچی قسم

کیا نظر آتا انہیں کفار تھے سب کور چشم
غار میں جو ہو گئے تھے جمع با خیر و کرم

صدق اور صدیقِ اکبر غار ہی میں تھے چھپے
غار میں کوئی نہیں کفار کہتے تھے بہم

دیکھ کر انڈے کبوتر کے ادھر مکڑی کا جال
تھا گماں کفار کو اس میں نہیں شاہِ امم

کی حفاظت آپؐ کی ایسی خدائے پاک نے
زرہ اور قلعوں سے مستغنی ہوئے شاہِ امم

جب زمانے نے ستایا میں نے لی ان کی پناہ
جب ملی ان کی مدد بس دور تھا سب رنج و غم

دستِ اقدس سے طلب کی دین و دنیا جب کبھی
سرفرازی ہو گئی جب مل گیا دستِ کرم

اس وحی کا تو نہ منکر ہو جو آئے خواب میں
آنکھیں سوتی تھیں مگر رہتا تھا دل بیدار ہم

تھا وہ معراجِ نبوت کا زمانہ آپؐ کے
پس نہ کر انکار ہرگز مثلِ خوابِ محتلم

بارک اللہ سعی سے حاصل نہیں ہوتی ہے وحی
اور نہ علمِ غیب پر کوئی نبی ہے متہم

جب چھوا دستِ مبارک ہوگئی کامل شفا
اور رہا پائی جنوں سے اکثروں نے از کرم

خشک سالی کی سفیدی ہوگئی کافور سب
اک دعا نے آپ کی برسا دیا ابرِ کرم

ہوگئی کثرت سے بارش ندیاں بہنے لگیں
موج دریا کی نظر آتی تھی سیلابِ عرم

چھوڑ دے مجھ کو بیاں کرنے نبی کے معجزات
جو ہے شب میں مثل مہمانی کی آگ اوپر علم

حسن ہوتا ہے دو بالا موتیوں کا ہار میں
یا لڑی سے بھی جدا کر دو نہ ہوگی قدر کم

اس لئے مدّاح ہیں توصیف میں عاجز تمام
فہم انساں سے ہیں بالا ان کے اخلاق و شیم

مصحف رحمٰن کی سب آیتیں ہیں لاجواب
ہے صفت اسکی قدیم اور ہے وہ موصوفِ قدم

ہر زمانہ سے بری ہیں اور سناتی ہیں ہمیں
عاقبت کا حال بھی اور قصۂ عاد و ارم

معجزہ قرآن کا برتر رہے گا تا ابد
اس کے آگے معجزاتِ انبیا ہیں کالعدم

ہیں وہ مستحکم مخالف کو نہیں اس میں جگہ
شبہ و شک کی اس لئے ہیں وہ بجائے خود حکم

جو لڑا قرآں سے آخر وہ عاجز آگیا
کر دیا دشمن نے بھی اپنا سرِ تسلیم خم

اس نے سب اپنی بلاغت سے کیا دعووں کو ختم
جیسے ہوں محفوظ غیرت مند کے اہلِ حرم

ہے معانی آیتوں کے مثل دریا موجزن
گوہر دریا سے بہتر ان کا ہے حسنِ قیم

جو عجائب ان میں پوشیدہ ہیں ان کا کیا شمار
خواہ کثرت سے پڑھو ہوگا نہ اس کا شوق کم

ہوگئیں آنکھیں جو ٹھنڈی میں نے قاری سے کہا
تھام حبل اللہ کو ہے فتح تیری معتصم

آتشِ دوزخ کے ڈر سے تو اگر ان کو پڑھے
شعلۂ نارِ جہنم اس سے ہو جائے گا کم

ہیں وہ مثل حوضِ کوثر جس سے ہوتی ہیں مفید
عاصیوں کی صورتیں جو تھیں سیاہ مثلِ حمم

ہیں ترازو عدل کی اور راستی کے ہیں صراط — ہے بغیر ان کے قیام انصاف کا بس کالعدم
مت تعجب کر تو حاسد پر جو ہے انکار اسے — ہے تجاہل اس کا گرچہ ہے وہ پکا ذی فہم
روشنی سورج کی کیونکر دیکھتی بیمار آنکھ — ذائقہ کیا آبِ شیریں کا ملے جب ہو سقم
اے شہ والا ترے دربار میں آتے ہیں سب — یا پیادہ اور سوارِ اشتران تازہ دم
ہیں وہ بر تر اور ذی شاں معتبر کے واسطے — اور وہ ہیں نعمتِ عظمیٰ برائے مغتنم
بدر کامل جس طرح سے رات میں کرتا ہے سیر — مکّہ سے اقصیٰ گئے معراج میں شاہ امم
طے کئے سارے مدارج اور ملا ایسا مقام — ہے پرے ادراک کے اور قاب قوسین سے نہ کم
مسجد اقصیٰ میں بن کر انبیا کے پیشوا — آپ تھے مخدوم باقی انبیا سب تھے خدم
طے کیا سات آسمانوں کا سفر با انبیاؑ — ساتھ افواجِ ملائک کے تھے با شان و حشم
مرتبہ باقی نہ رکھا بڑھنے والوں کے لئے — ہر بلند و پست پر تھا آپ کا فیض قدم
کر دیئے پست آپ نے سب کے مدارج اور مقام — جب ہوئے مدعو بلندی پر یگانہ با حشم
تا کہ ہوں اسرار پوشیدہ سے واقف بعد وصل — حق نے ظاہر کر دیئے سب راز از فضل و کرم
ہر بزرگی غیر شرکت جمع کر لی آپ نے — طے کئے سب مرتبوں کو آپ غیر مردجم
ہیں عظیم الشان رتبے جو ملے سرکار کو — ہیں پرے ادراک کے جو کچھ ہوئے حاصل نعم
اے مسلمانو یہ خوشخبری ہے اپنے واسطے — ایک ستوں ایسا ملا مضبوط از فضل و کرم
جب کہ ان کو حق نے خود خیر الرسل فرما دیا — طاعتِ حق کے سبب ہم ہو گئے خیر الامم
سن کے بعثت کی خبر تھرا گئے اعدا کے دل — شیر کی آواز سے جیسے ڈرے غافل غنم
جنگ کے میدان میں کفار کی حالت نہ پوچھ — جسم تھے نیزوں پہ ان کے جیسے کندوں پر لحم

جنگ کی دہشت سے ان کو بھاگنا منظور تھا
آرزو رکھتے تھے کھالیں چیل و گدھ ان کا لحم

ڈر کے مارے یوں گزر جاتی تھیں راتیں بیشمار
ہاں سوا راتوں کے جن کے ہیں مہینے محترم

لشکر اسلام تھا مہمان ان کے صحن میں
چاہتا تھا ہر نفس مل جائے دشمن کا لحم

تیز رو گھوڑوں پہ تھا وہ لشکرِ دریا مثال
جنگ کے میدان میں موجیں لگا تا دمبدم

اجر کی امید والے دعوتِ حق کے مرید
کفر کی بنیاد کو کرتے تھے بالکل کالعدم

دین حق یوں ان کے دم سے آخرش ظاہر ہوا
مل گئے بچھڑے ہوئے اور ہو گئی غربت بھی کم

جیسے مل جائے کسی کو نیک شوہر اور پدر
بیوگی کا اور یتیمی کا اسے پھر کیا ہو غم

تھے وہ مثلِ کوہ پوچھو دشمنوں سے ان کا حال
کچھ اگر دیکھا ہے ان کو شاملِ جنگ و صدم

پوچھ لو بدر و حنین و احد سے بھی ان کا حال
موت کے اقسام ہر گز تھے وبا سے کچھ نہ کم

یوں سپیدی سُرخ روئی سے بدل جاتی تھی سب
زخم کھا کر جب ہوا کرتے تھے ان کے سر قلم

دشمنوں کے جسم کو بے زخم چھوڑا ہی نہیں
کارفرما اس طرح تھے ان کے نیزوں کے قلم

گو مسلح تھے مگر رکھتے تھے سجدے کے نشاں
تھے صحابہ مثلِ گل کفار مانندِ سلم

بوئے نصرت جب صبا لائے تو یہ سمجھے گا تو
مثل غنچوں کے غلافوں میں تھے وہ عالی ہمم

تھے وہ گھوڑوں پر سوار ایسے کہ ٹیلوں پر درخت
زین کی پروا نہ تھی ان شہسواروں کو بہم

ہوش غائب تھے عدو کے سختیوں سے جنگ کی
فرق کر سکتے نہیں تھے سو رہا ہے یا غنم

ہو مدد جس کو رسول سیّدِ لولاکؐ کی
شیر بھی ان کو ملے جنگل میں گرمائے نہ دم

دوست ان کا ہو نہیں سکتا ہے محروم مدد
اور ذلیل و خوار ہو گا دشمن شاہ امم

اپنی ملت سے کیا محفوظ امت کو تمام
جس طرح جنگل میں رکھے شیر بچوں کو بہم

بارہا قرآں نے دشمن کو نیچا کر دیا
اور دلیلوں نے بھی سر کو کر دیا دشمن کے خم

ہو کے اُمّی تھے وہ عالم ہے یہ کافی معجزہ
جاہلیت اور یتیمی میں ادیب ذی حکم

نعت گوئی کی کہ اپنا خاتمہ بالخیر ہو
یوں تو ساری عمر دنیا کی خوشامد کی نہ کم

ہے یہ ڈر دونوں نے ڈالا طوق گردن میں مری
ہوں میں گویا اونٹ قربانی کا از قسم نعم

ہر وہ حالت میں شکارِ مکرِ طفلی ہوا
کچھ نہ حاصل ہو سکا مجھ کو بجز جرم و ندم

حیف میرے نفس نے سودا کیا نقصان سے
یعنے دنیا کو خریدا کر کے عقبیٰ کالعدم

آخرت کو جس نے بیچا صرف دنیا کے لئے
ہے بڑا نقصان اس کے حق میں یہ بیع و سلم

ہوں تو عاصی پر نہیں ٹوٹا ہے پیماں آپ سے
دین کی رستی نہ ہوگی منقطع شاہِ امم

ہے شفاعت کی مجھے امید میرے نام سے
ہے محمد اس میں اور ہیں آپ مشفق محترم

حشر میں گر دستگیری کی نہ میری آپ نے
پھر تو میری شومیٔ تقدیر سے پھسلے قدم

ہے بعید از شان گر محروم مجھ کو کر دیا
اور لوٹوں آپ کی شفقت سے غیر محترم

وقف جب سے ہو گیا ہوں مدح میں سرکار کی
پالیا اپنی رہائی کا مددگارِ نعم

آپ کی بخشش نہ چھوڑے گی کسی محتاج کو
جس طرح گلزار ٹیلوں کو کرے ابرِ کرم

مجھ کو دولت کی نہیں خواہش کبھی مثلِ زہیر
جس نے حاصل کی تھی دولت بن کے مداحِ ہرم

اے مکرم تر جہاں سے جز ترے میرا ہے کون
حادثاتِ عام ہیں جب گھیر لیں رنج و الم

کم نہ ہوگا آپ کا رتبہ شفاعت سے مری
جلوہ گر جب ہو بہ اسمِ منتقم وہ ذی کرم

کیوں کہ دنیا اور عقبیٰ آپ کی بخشش سے ہیں
اور علومِ باطنی سے آپ کے لوح و قلم

یوں تو عصیاں ہیں بہت لے فیض حق مایوس ہو
سامنے بخشش کے بیشک ہیں یہ ادنیٰ اور کم

رحمتِ حق ہوگی جب تقسیم مجھ کو ہے امید
میرے عصیاں سے سوا ہوگا مرے رب کا کرم

میرے رب امید کو میری نہ رد فرمائیے
تیری رحمت پر بھروسہ ہے نہ کر تو کالعدم

لطف فرما دو جہاں میں اپنے بندہ پر کریم
سختیوں میں ہے بہت بے صبر بارنج و الم

ابرِ رحمت کو ترے دے حکم تا برسائے وہ
تا ابد اپنے نبیؐ پر رحمت و فضل و کرم

آل پر اصحاب پر اور تابعین پاک پر
صاحب تقویٰ پہ اور جو ہیں حلیم و ذی کرم

اے خدا راضی ہو بوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ سے
اور علیِؓ مرتضیٰ سے تھے جو اصحابِ کرم

جب تلک بادِ صبا چلتی رہے گلزار میں
اور اونٹوں کو طرب میں ساربان بہر نغم

مغفرت قاری کی ہو بخشش مصنف کی بھی ہو
بس یہی ہے التجا تجھ سے مرے ربِّ کریم

قصیدۂ بُردہ شریف

کیا پڑوسی ذی سلم کے یاد آتے ہیں تجھے
یہ جو آنسو خون سے نہلا کے آتے ہیں تجھے

کاظمہ سے کیا ہوا تیری طرف آئی کہیں
یا اندھیرے میں اضم سے بجلی چمکی ہے کہیں

روکتے بھی روتی ہیں آنکھوں کو تیری کیا ہوا
اور تسلی دیتے بھی ہے دل دھڑکتا کیا ہوا

کیا سمجھتا عشق کو عاشق ہے چھپنے والی شئے
آنسوؤں کی دھار جاری دل سے شعلہ نکلے ہے

تو اگر عاشق نہ تھا ٹیلوں پہ روتا کس طرح
تذکرہ بان و عَلم کا ایسے ہوتا کس طرح

جب گواہ موجود ہو تو عشق کا انکار کیوں
آنسوؤں کی دھار کیوں اور یہ دلِ بیمار کیوں

لاغری اور عشق کی دونوں لکیریں ہیں گواہ
لال ٹہنی پر یہ پیلے پھول ہیں موجود آہ

جس کی چاہت تھی وہ یاد آیا تبھی رقت ہوئی
درد سے لذت ہی میری عشق نے تبدیل کی

اے ملامت کرنے والے میں ہوں مضطر کر معاف
تھا اگر انصاف کرتا کہتا منصف مجھ کو صاف

کیسے غیروں سے چھپے گا تجھ پہ جب ظاہر ہے حال
دکھ ہی کچھ ایسا ہے جو موقوف ہونا ہے محال

تو نے تو کی بھی نصیحت اور میں سنتا کہاں
بہرے ہو جاتے ہیں عاشق سنتے ہیں کس کی کہاں

وقت پیری کی نصیحت میں نے تو مانی نہیں
پاک تھی تہمت سے لیکن میں نے پہچانی نہیں

کب نصیحت نفسِ امارہ نے کی کوئی قبول ‏ ‏ کبر سنی اور جوانی میں رہا دائم جہول

نیک عملوں سے کبھی بھی میں نے مہمانی نہ کی ‏ ‏ اس معزز میہماں کی، مرتبہ دانی نہ کی

جانتا ہیں گرکہ اس توقیر سے محروم ہوں ‏ ‏ چُکپے چکپے بال رنگتا تاکہ وہ معدوم ہوں

نفس سرکش سے بچائے کون ہے ایسا ہمام ‏ ‏ روکتی گھوڑے کو جیسے سرکشی سے ہے لگام

نفس سے عصیاں کی خواہش تو نہ توڑیگا کبھی ‏ ‏ بھوک کو تو کھانا پینا ہے بڑھاتا اور بھی

نفس کی تو دودھ پیتے بچے جیسی ہے مثال ‏ ‏ پیتا جائیگا پلاؤ دو چھڑا چھوڑے گا بال

اُسکی خواہش روک دے تو اسکی مرضی پر نہ چل ‏ ‏ اُسکی مرضی مار دے گی تجھ کو کر دیگی وہ شل

رکھ حفاظت اس کی یہ ہے چرنے والا جانور ‏ ‏ جو نہی لذت چرنے کی آئے اسے کر دے بدر

نفس کو لذت ہے پیاری اور وہ قاتل بھی ہے ‏ ‏ یہ نہیں سمجھا کہ چکنائی میں سم شامل بھی ہے

سیر ہو بھوکا ہو کچھ ہو اسکی مکاری سے ڈر ‏ ‏ پیٹ بھر کر کھاتے رہنا بھوک سے بھی ہے بتر

بھر گئیں پاپوں سے ہیں آنکھیں تری آنسو بہا ‏ ‏ تو ندامت اور پشیمانی کو فرض اپنا بنا

نفس و شیطان سے بگڑ جا ایک بھی انکی نہ مان ‏ ‏ وہ نصیحت بھی کریں ہر گز نہ وہ بھی انکی مان

ایک بھی اُن کی نہ سن دشمن بھی ہیں حاکم بھی ہیں ‏ ‏ ساز شیں اُنکی سمجھ دشمن بھی ہیں حاکم بھی ہیں

بے عمل جو قول ہو اُس سے خدا کی ہے پناہ ‏ ‏ بانجھ عورت سے ہے بچہ مانگنا جیسے گناہ

میں نے نیکی کیلئے تجھ کو کہا اور خود نہ کی ‏ ‏ خود ہی جب قائم نہیں کیا استقامت تجھ کو دی

موت سے پہلے نہ نفلی توشہ مجھ سے بن سکا ‏ ‏ کچھ بھی مجھ سے جز نمازِ فرض و روزہ بن سکا

ماحیٔ ظلمت کی سنت پر کئے میں نے ستم ‏ ‏ ورم کی تکلیف کے شاکی رہے جن کے قدم

بھوکا رہ کر شکم پر تھا جو پتھر باندھتا ‏ ‏ گرچہ نازک اور ملائم پوست، اس سرور کا تھا

بن کے سونا سامنے حاضر ہوئے جن کے پہاڑ — اک نظر بھر کر نہ دیکھا ایسے تھے عالی وقار
زہد کو ان کی ضرورت نے بنایا اک چٹان — کیسے غالب ہو ضرورت جب خدا بخشے امان
کیسے مائل کر سکے دنیا انھیں اپنی طرف — وہ نہ ہوتے کس طرح آسکتی دنیا اس طرف
ہیں محمدؐ سرورِ دنیا و عقبیٰ انس و جن — کیا عرب اور کیا عجم سب خادموں میں انکے گن
آمر و ناہی نہیں اپنے نبی جیسا کہیں — ہاں نہیں نا میں آپ سا سچا نہیں دیکھا کہیں
جن سے امیدِ شفاعت ہے وہ ہیں اپنے حبیب — جملہ امراض غم و رنج و الم کے ہیں طبیب
سوئے حق ہیں وہ بلاتے جس نے آمنّا کہا — ایسی رسی پکڑ لی ناممکن ہے جس کا ٹوٹنا
صورت و سیرت میں سب نبیوں سے آگے بڑھ گئے — اور وہ علم و کرم میں سب سے آگے بڑھ گئے
سب کے سب کرتے رسول اللہ سے ہیں التماس — بادل اور دریا سے چلو بھرنے کی رکھتے ہیں آس
اپنے رتبے کے مطابق سامنے اِستادہ ہیں — نقطۂ علم و حکم لینے پہ وہ آمادہ ہیں
معنوی صوری کمالات اُن پہ سب ہیں مختتم — کر دیا خلّاق نے اُن کو حبیب محتشم
اپنی ساری خوبیوں میں ہیں وہ بیشک، لاشریک — بٹ نہیں سکتا ہے جوہر حسن کا بالکل ہے ٹھیک
کہتے ہیں جو کچھ نصاریٰ اپنے عیسیٰ کو وہ چھوڑ — اور جو بھی ہے صفت اُس سے زباں اپنی نہ موڑ
جس قدر چاہے شرف سے آپ کو منسوب کر — جس قدر عظمت سے چاہے آپ کو منسوب کر
جو فضیلت ہے محمدؐ میں نہیں ہے اس کی حد — کوئی کچھ چاہے کہے مداح ہے ربّ الاحد
معجزے ہوتے اگر ان کے بقدر عز و شان — زندہ ہو جاتے تھے ان کا نام سن کر استخوان
امتحاں سے عقل میں سستی نہیں آئی ہمیں — خیر خواہی میں ہوا شک کی نہیں آئی ہمیں
ساری خلقت اس کے معنیٰ کے سمجھنے سے ہے دنگ — دور و نزدیکی سمجھنے میں ہیں عقل و فہم دنگ

ہے دکھائی دیتا سورج دور سے چھوٹا نہیں
چندیا جاتی ہیں آنکھیں سمجھ کیا آئی نہیں

کیسے سمجھے گی حقیقت ان کی دنیا میں وہ قوم
نیند سے پائے تسلی اور ہو خود ہست نوم

علم کی ہے پہونچ اتنی وہ نہیں غیر البشر
جملہ خلق اللہ سے افضل ہیں اور خیر البشر

جس قدر بھی معجزے سب انبیاؤں کو ملے
ہیں وہ بیشک آپ کی برکت سے ہی ان کو ملے

یہ فضیلت کے ہیں سورج وہ ستارے ان کے ہیں
نور اُن کا ہی اندھیرے میں دکھاتے رہتے ہیں

جب چڑھا سورج ہدایت عام اس کی ہوگئی
ساری دنیا اور امم میں زندگانی آگئی

حُسن سیرت سے ہوئی صورت دوبالا آپ کی
خوب روئی تازہ روئی تھی مجلّی آپ کی

تازہ روئی میں ہیں سبزہ اور شرف میں بدر ہیں
ہیں سخاوت کے سمندر ہمتوں میں دہر ہیں

شان ہے ایسی کہ ہمتا آپ کا کوئی نہیں
خواہ ہوں خیل و حشم میں آپ سا کوئی نہیں

لولوئے لالا صدف میں ہے چمکتا جس طرح
بولتے ہنستے چمکتے دانت مالا کی طرح

خاک تربت کی مہک نے مات کیں خوشبوئیں سب
چُومنے اور سونگھنے والے ہی خوش قسمت ہیں سب

جتنے دم ہی اصل کی پاکیزگی ظاہر ہوئی
ابتدا خوشبو کی تھی اور انتہا خوشبو کی تھی

پارسی سمجھے اسی دن تھے کہ آئے گا وہ وقت
جب کہ چھا جائیگی ان پر نکبت و تکلیف سخت

قصر کسریٰ منہدم اور طاق ویراں ہو گئے
لشکر و خیل و حشم سارے پریشاں ہو گئے

آگ ٹھنڈی ہوگئی حدت ہی مدھم ہو گئی
اور روانی آب کی آتش میں مدغم ہو گئی

اہل ساوہ ہو گئے حیراں بحیرہ دیکھ کر
جتنے پیاسے آئے غصے سے پھرے وہ لوٹ کر

آگ میں پانی سی سردی اور تری پیدا ہوئی
غم سے اور پانی میں گرمی آگ سی پیدا ہوئی

چیختے چلاتے جن نورِ محمّد دیکھ کر
عرف و معنی سے ظہور ان کا ہوا جب سربسر

گونگے اور بہرے بنے کردی بشارت اَن سنی — خوف کی بجلی نہ دیکھی اُس کی بو تک بھی نہ لی

کاہنوں نے پہلے ہی دیدی تھی یہ ان کو خبر — دین و آئیں ہی نہیں ہے ان کا بالکل معتبر

آگ اوپر سے برستی دیکھ لی جو سب نے تھی — دیکھی حالت خرت الاصنام کی جو سب نے تھی

وحی کی راہوں سے شیطاں دوڑتے دیکھے بھی تھے — جو ہزیمت خوردہ جیسے بھاگتے پھرتے بھی تھے

ابرہ کی فوج جیسی بھاگتے شیطاں تھے — یا جنینی سنگ ریزوں سے خطا اوسان تھے

پڑھ کے تسبیح ریت پھینکی ان کے منہ اور ناک پر — جیسے مچھلی نے تھا یونس کو گرایا خاک پر

سجدہ کرتے آگئے اُن کے بلانے پر شجر — پنڈلیوں بل بے قدم چلتے وہ آئے دوڑ کر

جاتے جاتے سطر جیسی کھنچ گئی رفتار کی — کیا عجائب تھیں لکیریں شاخوں کی رفتار کی

سایہ بن کر چلتے بادل ساتھ جب جاتے کہیں — تا تمازت دھوپ کی ان پر نہ چھا جائے کہیں

ہے قسم اس چاند کی شق القمر کہتے جسے — انشراح سینۂ احمدؐ سے ہے نسبت اُسے

یاد کرو وہ غار جس میں جمع تھا خیر و کرم — کافروں کی آنکھیں اندھی ہو گئی تھیں یک قلم

راستی اور راست گو یکجا تھے دونوں غار میں — کہتے تھے دشمن کہ بس کوئی نہیں ہے غار میں

وہ تو سمجھے اب کے مکڑی نے نہیں جالے تنے — اور کبوتر نے بھی پہلے ہی سے ہیں انڈے دیئے

دشمنوں سے حفظ حق محفوظ رکھتی تھی انہیں — کیا ضرورت قلعہ و قصر و زرہ کی تھی انھیں

جب بھی میں نے جس مصیبت سے انھیں مانگی امان — ہر گھڑی اُن کی اعانت ہو گئی مجھ پر عیاں

دو جہاں کی نعمتوں سے میں نے جو مانگا انھیں — مل گیا بہتر سے بہتر جو بھی تھا مانگا انھیں

مت کرو انکار اُن کی وحیِ رُویا کا کبھی — آنکھ تو سوتی ہے ان کی دل نہیں سویا کبھی

تب کی حالت ہے نبوت کا تھا جب عہد بلوغ — کیسے ہو سکتے ہیں منکر جب کہ ہو عہد بلوغ

بارک اللہ وحی احمد مجتبیٰ کسبی نہ تھا
غیب پر تہمت زدہ قطعی نبی کوئی نہ تھا

معجزات اُن کے تو پوشیدہ کسی پر بھی نہیں
اور بجز ان کے قیام عدل ممکن ہی نہیں

ہاتھ لگنے سے ہوئے بیمار سب چنگے بھلے
اور پاگل پن کے بھی بیمار سب اچھے ہوئے

دور کی ان کی دُعا نے قحط سالی یک قلم
کال کا کالا زمانہ ہو گیا سب محتشم

وادی بھر جاتی تھی پانی سے دعا کا تھا اثر
چڑھ گیا سیلاب یا دریا ہی آیا ہو اُتر

وصف روشن اُن کی کرنے دے مجھے اور دور ہو
آگ شادی کی جلے ٹیلوں پہ دل مسرور ہو

حسن موتی کا دوبالا ہو اگر مالا میں ہو
ہو اکیلا بھی کمی کیا لولوئے لالا میں ہو

نعمتیں جتنی ہوں زیادہ کہہ نہیں سکتے انہیں
بیشتر سے بیشتر اوصاف احسن تھے انہیں

لفظ محدث میں ہیں گر اوصاف قرآنِ کریم
ابتدا سے ہیں صفت موصوف از عہد قدیم

مقترن ہرگز نہیں وہ خاص کر اک وقت کے
مخبر عاد و معاد و حشر ہر اک وقت کے

معجزے مافوق ہیں سارے دوامی اپنے پاس
معجزے جتنے ہیں نبیوں کے نہیں ہیں آس پاس

آیتیں ساری ہیں محکم اور نہیں ہے ان میں شک
نور و حکمت ہے ٹپکتی ان سے بیشک آج تک

جس نے ٹکر ان سے لی کھا کر ہزیمت آ گیا
صلح پر ہر دشمنِ بد با ندامت آ گیا

سب غلط دعوے کئے اس کی بلاغت نے میں رد
غیر تی جیسے بچاتا ہے حرم از دست بد

اس کے معنی ملتے باہم موج دریا کی طرح
حسن و قیمت میں بڑھی ہے ان کی گوہر سے شرح

آ نہیں سکتی ہیں ان کی خوبیاں اندر شمار
پڑھنے والا رک نہیں سکتا پڑھے گر بار بار

آنکھ کی ٹھنڈک ملے قاری کو ہے ترتیل سے
ہو منظف تھام اس زنجیر کو تعجیل سے

خوف دوزخ سے تلاوت اس کی کی تو نے اگر
آگ بجھ جائے گی اس کے ورد سے بے خطر

حوضِ کوثر کی طرح کردے سیاہی رُخ کی دور
کالے انگارے اگر ہوں تو بنیں گے شمع نور

ہیں صراطِ مستقیم اور راست میزاں کی طرح
ہو گی حاصل راستی ان کے سوا پھر کس طرح

کیا تعجب ہے اگر منکر بنیں ان کے حسود
یہ تجاہلِ عارفانہ ہے سمجھ کر نفع و سود

روشنی سورج کی دکھتی آنکھ کو بھاتی نہیں
لذتِ آبِ صفا بیمار کو آتی نہیں

جن سے ہو امید احسان آپ ہیں اُن سب کے سر
پیادہ پا اُشتر سوار آتے ہیں سارے دور کر

اہلِ دانش کیلئے اک نعمتِ کبریٰ ہیں آپ
اور غنیمت سے غنیمت نعمتِ عظمیٰ ہیں آپ

سیر کی تو نے حرم تک ہے حرم سے رات میں
سیر کرتا چودھویں کا چاند جیسے رات میں

شب گذاری اور ترقی کی وہ منزل مل گئی
قاب قوسین سے نہ پائی تھی کسی نے جو کبھی

انبیاء و مرسلیں کے آپ ہی تو تھے امام
خادموں کا جس طرح مخدوم بنتا ہے امام

تو نے پھاندے آسماں اس سیر میں ساتوں کے سات
انبیا کی سروری کا تھا عَلم تیرے ہی ہاتھ

وہ ترقی کی کہ اگلے سب کے سب پیچھے رہے
چڑھنے والے بڑھنے والے سب کے سب پیچھے رہے

پست تو نے کر دیے سب کے مراتب اور مقام
جب سنی تو نے ندائے رفعت اے عالی مقام

وصلِ پنہانی کا تجھ پر ہو گیا تھا فتح باب
چشمِ مخلوقات سے چھپ کر ہوئے ہو فیضیاب

فخر جو حاصل کیا اس میں نہیں کوئی شریک
سب سے آگے بڑھ گئے بے روک بیشک ہے یہ ٹھیک

مرتبے بیشک ہیں اونچے جو تمہیں بخشے گئے
نعمت و اعزاز سارے جو تمہیں بخشے گئے

معشرِ اسلام ہو ہم پر مبارک دم بہ دم
ہو نہیں سکتی یہ دیوار عنایت منہدم

حق نے طاعت کے لئے ہم کو پسندیدہ کیا
برکتِ خیر الرسل سے ہم کو ہی چیدہ کیا

ان کی بعثت کی خبر سے دشمنوں کے دہلے دل
جیسے بے خبری میں ڈر کر چھوڑتی بکری ہے دل

معرکوں میں اُن سے کرتے یہ ہمیشہ تھے جہاد — گوشت نیزوں پر لٹکتا اُن کا آجاتا ہے یاد

بھاگنے کی تھی تمنا ہو رہے تھے وہ فرار — کہتے تھے اے کاش ہوتے چیل گدھ کے وہ شکار

تھیں کئی راتیں گذرتی یاد کیا رہتا شمار — ہاں شہور محترم میں ان کو ملتا تھا قرار

دینِ اسلام اُن کے ہاں تھا گویا ایسا میہماں — گوشت کا بھوکا ہو اور اُترا ہو آکر ان کے ہاں

جنگ جو دریا تھا گویا تیز گھوڑوں پر سوار — مار کر تھپیڑ وہ لہریں چیرتا ہوتا تھا پار

بس خدا کے واسطے کرتے تھے وہ کارِ جہاد — کفر کو جڑ سے اکھاڑا کرتے تھے بر عدل و داد

ان کی کوشش سے ہوئی مضبوط جڑ اسلام کی — بعد غربت مل گئی قربت اولی الارحام کی

اچھے باپ اور اچھے شوہر کی ضمانت ہو گئی — بیوہ گان و ہم یتامیٰ کی ضمانت ہو گئی

ان پہاڑوں سے لگی ہے جن کی ٹکر اُن سے پوچھ — کیسا پایا ہے انھوں نے اُن کو جاکر اُن سے پوچھ

کر احد سے اور حنین و بدر سے جاکر سوال — کیا بلائیں ان پہ چھائیں آ گئے کیا کیا وبال

خون اعدا سے ہوئیں تلوار اُن کی مُسرخ و تر — جب نکلتیں ان کے سر سے بال کالے کاٹ کر

نیزوں کی قلموں سے لکھتے لال حرفوں میں جو خط — ایک حرفِ جسم تک اُن کا نہ چھوڑا بے نقط

تھی کھنچی تلوار ان کا امتیازِ شاندار — پھول سے ہے امتیازِ گلشن و ہم خارزار

ان کی خوشبو بادِ نصرت لا رہی تھی ہر زماں — اور ہر غنچے میں گویا اک شگوفہ تھا عیاں

گھوڑ چڑھے جیسے پہاڑوں کے سروں پر ہیں دیار — زین کس کر نہیں ہیں بلکہ بل پر ہیں سوار

دشمنوں کے دل دہل کر جان کے لالے پڑے — کب تفاوت آدم و حیواں میں وہ کر سکے

ہو رسول اللہ سے گر حاصل کسی کی یاوری — کس طرح شیر ژیاں اُس سے کریگا ہمسری

جن کو ہے ان سے محبت ہر جگہ منصور ہیں — اور اعدائے نبی ہر حال میں مقہور ہیں

قلعۂ ملت میں امت کو بچائے رکھتے ہیں ــ شیرِ صحرا جس طرح بچے بچائے رکھتے ہیں
جس نے لی قرآن سے ٹکر منہ کے بل وہ گر گیا ــ اس کی برہان اتم نے مات دشمن کو کیا
معجزہ بس ہے کہ امی میں ہے علم من لدن ــ جاہلیت اور قیامت میں ادب مسکوت کن
نعت کی کرتا ہوں خدمت عفو کی امید پر ــ خدمتِ اہل دول اور شاعری کی عمر بھر
خوف عقبیٰ کا مجھے ڈالا ہے دونوں نے پٹا ــ ایک اشتر سا نیا ہوں میں بلاشک ہدی کا
دونوں حالت میں اطاعت بخشنے کی میں نے کی ــ اور فقط حاصل گناہوں کی پشیمانی ہے کی
اس تجارت میں مجھے حاصل خسارہ ہی ہوا ــ دین دنیا دیکے لینا تھا مگر کب لے سکا
جس نے عقبیٰ دیکے دنیا لی خسارہ میں رہا ــ بالبدل بیع وسلم میں اس کو نقصاں ہی ملا
کیں خطائیں حق سے پیماں تو کبھی توڑا نہیں ــ عہد و پیمان نبی سے دل کبھی موڑا نہیں
میں نے باندھا عہد اُن سے ہے محمد میرا نام ــ اور وفائے عہد تھا ہر اک سے بڑھ کر ان کا کام

عاقبت میں دستگیری گر نہ فرمائیں مری
ڈگمگائیں گے قدم افسوس وہ حالت مری

ملّا عبد الباسط

تحفۂ مُرسلہ

اے خدائے لایزال و لم یزل — اے خدائے بے مثال و بے بدل
میرے مالک اول و آخر ہے تو — میرے مولا باطن و ظاہر ہے تو
مجھ کو تیری حمد کا کیا حوصلہ — ہے یہاں پست انبیاء کا حوصلہ
تیری وہ تعریف جو خود تو نے کی — تیری وہ توصیف جو خود تو نے کی
تو زباں دے تو بیاں میں کر سکوں — کچھ بیاں کر کے عیاں میں کر سکوں
ہے یہاں جو کچھ نہاں و آشکار — سب یہ تیرے کھیل ہیں پروردگار
ہے کوئی موجود تو وہ تو ہی ہے — ہے کوئی معبود تو وہ تو ہی ہے
تو ہی ہے معبود بھی موجود بھی — تجھ سے سب کچھ بود بھی نابود بھی
لوگ کہتے ہیں عدم کو لا وجود — ہے مگر اس سے ہی یہ جملہ وجود
ذات حق حامل ہے ہست و نیست کی — منبع و مصدر ہے مرگ و زیست کی
بلکہ اس محل کی بھی حامل ہے وہ — ہر طرح ہر طور سے کامل ہے وہ
ہے مثال اس کی مگر سمجھے کوئی — بات سیدھی ہے اگر سمجھے کوئی
ہے عدم نقطہ وجود اس کا ہے خط — پھیر نقطہ کا ہے بس اس میں فقط

جب تعین لگ گیا تو خط ہوا
اعتبارِ نیستی القط ہوا

نسبتیں یہ اعتباری ہیں تمام
یہ وجود اور یہ عدم جس کا ہے نام

بطن کو سمجھے ہوئے ہیں ہم عدم
اختلاف اس میں مگر ہے بیش وکم

کیونکہ ہر ہر بطن کے بھی بطن ہیں
اور آپس میں وہ شرح و متن ہیں

کوئی پہنچا ایک یا دو بطن تک
کوئی پہنچا شرح کوئی متن تک

اختلاف عالم میں ہے جو کچھ بپا
مبلغ افہام سے پیدا ہوا

دیکھئے چشم حقیقت سے اگر
کچھ نہ وجہ اختلاف آئے نظر

جب ہمارے فہم کا یہ حال ہے
ذات حق میں کیوں یہ قیل وقال ہے

جس طرح باطن ہے وہ ظاہر بھی ہے
جس طرح رحمان ہے قاہر بھی ہے

مقتضائے قہر ہے عجز عقول
مقتضائے مہر ارسال رسول

ہے وہ غالب عقل مغلوب و ذلیل
وہ ذلیل اور اس کی برہان و دلیل

ہے وہ رحمان اس لئے ظاہر ہوا
پردۂ اجمال سے باہر ہوا

جس قدر اندر ہے وہ باہر بھی ہے
ہے وہ در پردہ تو پردہ در بھی ہے

آپ اپنا ناظر و منظور ہے
آپ ساتر آپ وہ مستور ہے

ذات تیری جب ہے بے نام ونشاں
اے خدا ہم تجھ کو پھر ڈھونڈیں کہاں

ہاں بتا تیرے لئے جائیں کہاں
کچھ پتا دے تجھ کو ہم پائیں کہاں

ہو کے گم نام ونشاں ڈھونڈیگا جو
تجھ کو بے شک بے گماں پائے گا وہ

لامکاں تیرا مکاں ہے اے مکیں
آسماں بھی ہے تیرا اور تیری زمیں

تو وہ پتھر میں، در و دیوار میں
نور میں ہے اور ہے تو نار میں

پوجتا کس طرح پتھر برہمن — اس میں گر ہوتا نہ تو جلوہ فگن
ہاں مگر نکلے کوئی تقیید سے — نکلے تو نکلے تیری تائید سے
مرد عارف جب فنا فی اللہ ہو — ہستیٔ معبود سے آگاہ ہو
کس طرح باقی کو فانی پائے گا — کھو کے اپنی زندگانی پائے گا
جس قدر قطرہ رہا دریا سے دور — ہو سکا اس کو نہ دریا کا شعور
قطرہ دریا سے ملا دریا ہوا — اس کو گویا مل گیا گھر یا ہوا
ذرہ ذرہ میں نشانی ہے تیری — دفتر عالم کہانی ہے تیری
ہم سے شہ رگ سے بھی تو نزدیک ہے — درس اس کا نکتۂ باریک ہے
جس کی چشم معرفت تاریک ہو — دور اس کے حق میں ہر نزدیک ہو
چشم ظاہر بیں کرے ادراک کیا — عرش تک پہنچی ہے آخر خاک کیا
خط ہستی اپنا جب جھیلیں گے ہم — نقطۂ ادراک کو چھو لیں گے ہم
حرف ہستی اپنا ہے حرف غلط — کھینچ دو اس پر فنائیت کا خط
جامۂ ہستی لفافہ خط کا ہے — بند مضموں اس میں جملہ خط کا ہے
چاک کر کے تم لفافہ دیکھ لو — اس میں مضمون خلافہ دیکھ لو
چونکہ عادل ہے وہ رب ذوالجلال — پھر ہو کیوں کر امر بہ امر محال
تم کو سمجھاتا ہے وہ امثال سے — ذرہ ذرہ کی زبان حال سے
شاہد مطلوب ہے آغوش میں — تو نہیں ہے ہائے اپنے ہوش میں
دیکھ تو یہ جلوہ آرا کون ہے — بے نقاب و آشکارا کون ہے
ہوش میں آ ہوش میں آغوش میں — جوش میں ہے بحر رحمت جوش میں

ہر طرف ہر شئے میں ہے اس کا ظہور ۔ شش جہت پھیلا ہوا ہے اس کا نور
جتنے یہ ایوان یہ اشکال ہیں ۔ زرد ہیں یا سبز ہیں یا لال ہیں
سب اسی کے نور سے پیدا ہوئے ۔ راز سربستہ تھے وہ افشا ہوئے
جلوہ گر ہے وہ اگر افلاک پر ۔ ہے جمال آرا وہ فرش خاک پر
نور افشاں ہے مہ و انجم میں وہ ۔ دُر فشاں ہے جنبش قلزم میں وہ
خلق جب عالم کو خاصہ کر دیا ۔ اس کا انسان کو خلاصہ کر دیا
بے خبر بھی ہے وہ کس اوقات کا ۔ ہے خلاصہ جملہ مخلوقات کا
عقل کا تاج اس کے جب سر پر رکھا ۔ سامنے اس کے ملک نے سر رکھا
سارے عالم کو مسخّر کر دیا ۔ قدرت کامل کا مظہر کر دیا
خلقت انسان ہے اک سرِّ نہاں ۔ جو نہاں تھا ہو گیا اس سے عیاں
راز ہستی آشکارا اس سے ہے ۔ فاش رب کا بھید سارا اس سے ہے
گر نہ سمجھے کوئی ہے اس کا قصور ۔ کور ہے دیکھے نہ جو اس کا ظہور
معرفت بھی اس کی اک وجدان ہے ۔ جان کر عارف مگر انجان ہے
نشۂ مئے جس پہ غالب ہو گیا ۔ عقل سے ادراک غائب ہو گیا
حال کچھ مخمور کہہ سکتا نہیں ۔ نشہ میں ہے چور کہہ سکتا نہیں
حالتیں ہم پر گذرتی ہیں بہت ۔ شورشیں اکثر گذرتی ہیں بہت
کر نہیں سکتے اگر اظہار ہم ۔ کر نہیں سکتے مگر انکار ہم
دیکھتے ہیں جسم کو ہم سب مگر ۔ جان آسکتی نہیں ہم کو نظر
جس قدر اجسام ہیں فانی ہیں سب ۔ مظہر اشکال امکانی ہیں سب

جتنے ہیں موجود اعیانِ جہاں — جسم میں سب اور تو جانِ جہاں
دے وہ آنکھیں جس سے ہم دیکھیں تجھے — عقل وہ دے جس سے ہم سمجھیں تجھے
عقل ظاہر بین نہیں کچھ کام کی — بلکہ جو تشنہ ہو تیرے جام کی
ہے وہ تیرا جو ترا دیوانہ ہے — اور عاقل غافل و بیگانہ ہے
عشق کا اپنے پیالہ دے مجھے — شورشِ الفت کا چھالہ دے مجھے
بادۂ وحدت کا متوالا بنا — آتشِ الفت کا پرکالا بنا
دل مرا لے اور پھر لے کر نہ دے — ہاں مئے الفت سے جب تک بھر نہ دے
تو بنا دے مجھ کو بندہ کام کا — ہاں یوں ہی مجھ کو نہ رکھنا نام کا
بندۂ پابند تو اپنا بنا — قیدی دلبند تو اپنا بنا
کشمکش کیا کیا ہے عقل و نفس میں — جس سے ہوں میں سخت قید و حبس میں
عقل کہتی ہے کہ یہ کر یہ نہ کر — نفس کہتا ہے کہ تو آجا اِدھر
اس کی میں مانوں تو وہ منتا نہیں — کیا بتاؤں خاک کچھ بنتا نہیں
عشق سے اپنے جلا کر خاک کر — اس مسِ ناپاک کو تو پاک کر

عشق اپنا دے کہ ہو جائے نجات
جلوہ دکھلا دے کہ مل جائے برات

راجہ گردھاری پرشاد باقیؔ

رباعیات خواجہ میر دردؔ

حمدٌ المنزہ یسمّٰی با اللہ　　فی الخلق وجدتہ وان کان سواہ
مراۃ جمالہ جمیع الاکوان　　فی الکون لما رأیت الا ایا

اس پاک کو حمد، نام جس کا ہے خدا
پایا اسے خلق میں وہ ہے اس کے سوا
ہے اس کے جمال کا جہاں آئینہ
دنیا میں نہ دیکھا مگر اس کو دیکھا

(۲)

اللہ یتجلّٰی بظہور الاسماء　　وَاِیّاہٗ وجدنا لحضورِ الاسماء
بالشمس کما تجلّی جرم القمر　　الخَلق منور بِنُورِ الاسماء

اللہ کی تجلّی ہے ظہور اسماء
ہم نے اسے پایا بحضورِ اسماء
خورشید سے جس طرح منوّر ہے قمر
یوں خلق منور ہے بہ نُورِ اسماء

نظم طباطبائی

قصیدہ

زہے سخا و عطائے سلطاں کرے جو امرِ اہم کو آساں
خجل ہوا اس سے ابرِ باراں شفق اسی سے ہوئی نمایاں
دیا مرصع چمن کو زیور گلوں کی مٹھی میں بھر دیا زر
زمیں کے کانوں میں ڈالے گوہر فلک کے ماتھے پہ چھڑکی افشاں
ابھی تو خیرہ ہو برق لامع جو دیکھ لے اس کا روئے ساطع
جو بدر ہے آسماں پہ طالع اسی کے پرتو سے ہے درخشاں
جہاں میں رحمت ہے اس کا سایہ بلند ہے آسماں سے پایہ
جو اپنا نائب اسے بنایا خدا کا یہ بھی ہے لطف و احساں
یہ اس کی خلوت کا ماجرا ہے کہ زہرہ بھی اک غزل سرا ہے
یہ اس کے دربار کا پتہ ہے کہ ہے عطارد دبیر ذی شاں
جھکائے ہیں آستاں پہ گردن تمام شاہان ہفت کشور
زہے محامد زہے مناقب نہ ہے خدیو سپہر ایواں
فجور اور فسق اور مناہی ہوئے یہ سب ہر بلد سے راہی
جہاں میں پھیلی عذر خواہی ہر ایک عاصی ہے عفو خواہاں

نہ کیوں ہو سارے جہاں کا مجمع کہ اس کا در فیض کا ہے منبع
وحوش تک کا یہی ہے مرجع پھرا نہ مایوس کوئی انساں
اماں جو کنجشک اس سے مانگے، چھپے جو دامن میں اس کے آ کے
عقاب سے پھر کبھی نہ ہارے کبھی نہ شاہیں سے ہو ہراساں
ہوئی ہے معراج مجھ کو حاصل کہ قصرِ عالی میں اس کے پہنچا
کبھی یہ الہام سے نہیں کم کہ گوش زد ہے کلام سلطاں
خدا نے جو فضل اس کو بخشا بھلا ہو کس طرح اس کا احصا
کسی طرح سے نہیں ہے ممکن شمار جود و عطا و احساں
بحق ختم الرسل محمّد بحق آل رسول امجد
حبیب فرماں روائے سرمد شفیع محشر کفیل ایماں
رہیں سدا دوست اس کے خرم، عدو گرفتار رنج و ماتم
وہ جل کے ہوں واصل جہنم نصیب ہو ان کو یاس و حرماں
خدا بآیات فتح و نصرت مدد کرے اس کی اور اعانت
دیارِ مشرق سے تا بہ مغرب جہاں میں جاری ہو اس کا فرماں
بسے پھر اختر نگر الٰہی پھر اس کی جانب ہو عود شاہی
یہ اس کی جاتی رہے تباہی قدوم اختر سے پھر ہو شاداں
اسی کا نظم حزیں ہے سائل یہی ہے بس عرض مطلب دل
پس از فرائض پس از نوافل یہی دعا ہے وظیفہ ہر آں

مس ریحانہ

بے مثال پاکبازی

بھوکی رہی جو قوم کسی سخت کال میں
وہ آپ بھی شریک رہے ان کے حال میں
بھوک اور خلیفۂ با اقتدار کی
ہوگی شمار زہد کی اعلیٰ مثال میں
بیوی نے کی مٹھائی کی خواہش تو یہ کہا
قیمت کہاں سے لائیں گے ہم ایسے حال میں
یہ زہد بے ریا کبھی دیکھا نہیں گیا
بعد رسولِ پاکؐ کسی باکمال میں
فاروقؓ کو خدا نے مُنزّہ بنا دیا
وہ بے غرض ہیں شانِ جلال و جمال میں

الاشعۃ ۱۹۶۵ء

(عربی)

سید محمود اعظم فہمی

افسانۂ غم

جلوۂ دلدار سے ہوتے ہیں جب مایوس ہم
اور کر لیتے ہیں اپنی بیکسی محسوس ہم
دل کو یوں مجبوریوں میں دیکھ کر محبوس ہم
یاد ہی سے اس کی ہم ہو جاتے ہیں پھر مانوس ہم
اور تصوّر سے رہا کرتی ہیں بزم آرائیاں

درد و غم سے جب بہت بے چین ہو جاتے ہیں ہم
اس طرح اپنے دلِ وحشی کو بہلاتے ہیں ہم
جب کسی محفل میں اس کا ذکر سُن پاتے ہیں ہم
اُس سے کچھ تسکین اپنے دل کو پہونچاتے ہیں ہم
تذکرہ بھی اس کا ہوتا ہے مسرّت آفریں

ہائے وہ دن جب کہ ہوں دیدار سے محروم ہم
اور نہ اس کو کر سکیں جب حالِ دل مرقوم ہم
ہائے جب امید ہو پامال اور مغموم ہم
اور پھر قاصد کو بھی پاتے ہیں جب معدوم ہم
ہائے ممکن ہی نہ ہو جب مرہمِ زخمِ جگر

کیا سنائیں ہم نشیں اس وقت کی تقریر ہم
کیا دکھائیں اس دلِ بے تاب کی تصویر ہم
کیا کہیں اس خوابِ وحشت ناک کی تعبیر ہم
مضطرب رہتے ہیں دن بھر صورتِ نخچیر ہم
بس وہ روزِ بد ہوا کرتا ہے محشر کا جواب

یہ غلط پابندیوں سے ہو گئے مجبور ہم
یا کسی کے خوف سے رہتے ہیں یوں مہجور ہم
زندگی میں تو مئے الفت سے ہیں مخمور ہم
بعدِ مردن بھی رہیں گے اس نشہ میں چور ہم
قبر سے بعدِ فنا نکلے گی آواز خروش

ماہنامہ "الناظر" جولائی سنہ ۱۹۱۸ء

(عربی)

حکیم محمد حسین عرشیؔ

نسیمِ نجد

کب نجد سے رواں ہوئی تو اے نسیمِ نجد / طاری ہے مجھ پہ تیری روش سے سرور و وجد
باغِ خزاں رسیدہ میں بلبل ہے سوگوار / کر کر کے یاد پھول کو روتی ہے زار زار
میں طفلِ خرد سال صفت گریہ خو نہ تھا / اور میرے زخمِ دل کو مذاقِ رفو نہ تھا
روتا ہوں آج مضطرِ دردِ فراق ہوں / فریادیٔ بلائے غمِ اشتیاق ہوں
کہتے ہیں وصل میں ہے نہفتہ فنائے عشق / اور مدتِ فراق ہے شافی دوائے عشق
میں نے کیا ہے تجربہ ہجر و وصال کا / کچھ ہو سکا علاج نہ میرے ملال کا
بہتر ہے دور رہنے سے قربِ درِ حبیب / لیکن ہوا اس کا دل بھی مرے دل سے کچھ قریب

ماوائے من خوش است براہِ دیارِ یار
تا برمنِ کمینہ بیفتد گذارِ یار

(عربی) عبداللہ الدمینی

چمنستان امرتسر خاص نمبر سنہ ۱۹۳۰ء

حکیم ہلال اکبری

رباعیات حضرت ابو سعید ابوالخیر

اے دل ہمہ خوں شوی شکیبائی چیست
دمی جان بدر آ ایں ہمہ رعنائی چیست
اے دیدہ چہ مردمیت شرمت بادا
نادیدہ بحال دوست بینائی چیست

دل خوں ہوا پھر صبر و شکیبائی کیا
اے جان یہ تن کی قدر افزائی کیا
یہ مردمکِ چشم سے شکوہ ہے مجھے
دیکھے جو نہ دوست کو وہ بینائی کیا

عصیاں خلائق ارچہ صحرا صحرا است
در پیش عنایت تو یک برگ گیا ست
ہر چند گناہ ماست کشتی کشتی
غم نیست کہ رحمت تو دریا دریا ست

مخلوق کے ہیں گناہ صحرا صحرا
اور فضل و کرم میں آپ یکتا یکتا
عصیاں ہیں اگر ہمارے کشتی کشتی
رحمت بھی تو ہے آپ کی دریا دریا

جائیکہ تو باشی اثر غم نہ بود
آں راکہ ز فرقت تو یک دم نہ بود

آنجا کہ نہ باشی دل خرم نہ بود
شادیش ز زمیں و آسماں کم نہ بود

ہوں آپ جہاں غم کا اثر کیا ہوگا
اللہ رے شگفتگی دل کا عالم

جنّت کی فضا سے کم وہ گھر کیا ہوگا
اب اس کے مقابل گل تر کیا ہوگا

اے روز حسد ز پیش بیروں نہ شود
آں فقر کہ مصطفےٰ بر آں فخر آورد

خود بیناں را معرفت افزوں نہ شود
آنجا ز سی تا جگرت خوں نہ شود

جو ہرگز حرص سے بیروں نہ ہوا
وہ فقر جو خالق کے پیمبر کا تھا فخر

عرفان ہی جس کا کبھی افزوں نہ ہوا
اس کو نہ ملا جس کا جگر خوں نہ ہوا

در سلسلۂ عشق تو جاں خواہم داد
روزے کہ ترا بہ بینم اے عمر عزیز

در عشق تو ترک خانماں خواہم داد
آں روز یقیں بداں کہ جاں خواہم داد

دل عشق میں بے نام و نشاں دیدوں گا
جس دن دیکھوں گا تجھ کو اے نورِ ازل

حاصل ہے جو کچھ جانِ جہاں دیدوں گا
اس روز یقیں کہ جاں دیدوں گا

شاہی طلبی برو گدائے ہمہ باش
خواہی کہ ترا چو تاج بر سردار ند

بیگانہ زخویش آشنائے ہمہ باش
دست ہمہ گیرو خاکپائے ہمہ باش

شاہی کی طلب میں آسرا ہو سب کا
رکھنا ہو جو تجھ کو تاجِ عزت سر پر

بیگانہ بیگانہ آشنا ہو سب کا
اے پیکر خاک خاک پا ہو سب کا

از لطف تو ہیچ بندہ نومید نہ شد
مہرت بکدام ذرہ پیوست دمے

مقبول تو جز مقبل جاوید نہ شد
کاں ذرہ بہ از ہزار خورشید نہ شد

کب لطف سے تیرے کوئی نومید ہوا
وابستۂ دامانِ کرم ہوں یا رب

مقبول ترا بندۂ جاوید ہوا
ذرۂ تھا میں اب جواب خورشید ہوا

اندر طلب یار چو پروانہ شدم
او علم نمی شنید لب بر بستم

اول قدم از وجود بیگانہ شدم
او عقل نمی خرید دیوانہ شدم

میں شمع رخ یار کا پروانہ بنا
لب سی لئے فریاد جو اس نے نہ سنی

اپنی ہستی سے آپ بیگانہ بنا
عاجز ہوئی جب عقل تو دیوانہ بنا

پاکی و منزہی و بے ہمتائی   کس را نہ بود ملک بایں زیبائی
خلقاں ہمہ خفتہ از خود آگاہی   یارب تو در لطف بما بکشائی

اے خالق پاک اے خدائے یکتا   تیرے ہی لئے ہے بادشاہی زیبا
ہم تک بھی ہوا ے مرحمت آپہنچے   در اپنے کرم کا باز کروے مولا

اے خالق ذوالجلال اے یار خدائے   تا چند روم در بدر و جاے بجائے
یا خانۂ امید مرا در بربند   یا قفل مہمات مرا در بکشائے

اے خالق ذوالجلال اے میرے خدا   کب تک رہوں کوچہ گرد جا و بے جا
یا خانۂ امید کا در بند رہے   یا میری مرادوں کا رہے باب کھلا

از ہستی خویش تا پشیماں نہ شوی   سر حلقۂ عارفاں و مستاں نہ شوی
تا در نظر خلق نہ گردی کافر   در مذہب عاشقاں مسلماں نہ شوی

اپنا ہی اگر تجھے نہ عرفاں ہوگا   کیا باخبر واجب و امکاں ہوگا
کافر نہ ہو جب تک نگہہ خلق میں تو   کب عشق کے مذہب میں مسلماں ہوگا

راجہ گردھاری پرشاد باقیؔ

رباعیات عمرِ خیّام

(۱)

معشوق نہ تو سمجھ جہاں کو اے یار
بے ہودہ ہے عشق اس سے حاصل آزار
کس کس سے وفا کیا ہے اس نے وعدہ
جو تجھ سے وفا کرے گی قحبہ مردار

(۲)

ہم وہ ہیں کہ مئے پئیں پہ مستی نہ کریں
جز ساغرِ مئے دراز دستی نہ کریں
غافل نہیں جو ایک دم بھولیں اُس کو
زاہد سی کبھو بھی خود پرستی نہ کریں

(۳)

اے دوست فلک سے بہرۂ عمرِ محال
آسودہ رہیں سو وہ تو ہے وہم و خیال
گردوں سے نہ رکھ امید بہبود کبھو!
جوں نقش قدم کرے ہے سب کو پامال

(۴)

افسوس کہ غم میں یہ جوانی گزری
یک دم نہ کبھو بہ شادمانی گزری
اب پیری میں ہوگی کیا عبادت ہم سے
بے یادِ خدا کے زندگانی گزری

(۵)

عاشق ہے وہ ہم ستم سے کم آہ کرے
غم سے کبھو کسو کو آگاہ کرے
جل جاوے بھی شمع ساں یہ چاہے نہ پناہ
دامانِ اماں سے دست کو کوتاہ کرے

نذرِ خیام ۱۹۵۹ء

(۶)

در عجز بساز کبریائم ہمہ — در کسوتِ فقر باغنائم ہمہ
ما درویشاں بساں اکسیر اے درد — خاکیم اگرچہ کیمیائم ہمہ

ہیں مظہرِ شانِ کبریا ہم درویش — ہیں فقر میں اشکِ اغنیائم درویش
اکسیر کے مانند سمجھ اے باقی — گو خاک ہیں پر ہیں کیمیا ہم درویش

(۷)

اے جلوہ بدید یار خواہد گردید — رازش ہمہ آشکار خواہد گردید
ما آئینہ ایم خود پرست است نگار — ناچار بما دوچار خواہد گردید

اک دن دیدارِ یار ہو جائے گا — راز اس کا خود آشکار ہو جائے گا
میں آئینہ ہوں نگار ہے حسن پرست — ناچار کبھی دوچار ہو جائے گا

دردِ باقی و دردِ ساقی ۱۳۴۲ ہجری

"زمانہ" مئی ۱۹۲۴ء

احتشام الدین حقی

رباعیات عمر خیام

ایں دہر کہ بود مدتے منزل ما
نامد بجز اندوہ و الم حاصل ما
افسوس کہ حل نہ گشت یک مشکل ما
رفتیم و ہزار حسرت اندر دلِ ما

کب سے ہے جہانِ پیر منزل اپنا
غم اور بلا تھے اس میں حاصل اپنا
حل کوئی ہوا نہ عقدہ مشکل اپنا
مرتے ہیں با ہزار حسرت ایک دل اپنا

عاقل بچہ امید دریں شوم سرا
بر دولت او تہد دل از بہر خدا
ہر گاہ کہ خواہند بہ نشیند از پا
گیرد اجلش وست کہ بالا بنما

عاقل تجھے کیوں بھائی یہ منحوس سرا
دل دولتِ دُنیا پہ نہ دے بہرِ خدا
آرام اگر لینے کو پھیلائے گا پاؤں
پکڑے گی اجل ہاتھ کہ اُٹھ چال اٹھا

نیرنگِ خیال لاہور۔ مارچ ۱۹۳۰ء

آزاد توکلی

رباعیات عمر خیام

(۱)

اک فاحشہ زن سے کسی عابد نے کہا
افعال سے شرم اپنے نہیں تجھ کو ذرا
اس نے کہا جس طرح کی ہوں میں ہوں
باطن بھی تمہارا کیا ہے ظاہر کا سا

(۲)

کس نے نہیں یاں عیب کیا ہے بتلا
بے عیب کئے کوئی جیا ہے بتلا؟
دی بد کی سزا جو تو نے بد، اے مالک
مجھ میں اور تجھ میں فرق کیا ہے بتلا؟

(۳)

مستوں پہ نہ کر طعن جو مئے تو نہ پیئے
توبہ کر لیں گے ایک دن ہم جو جیئے
یہ فخر ہے تجھ کو نہ پی مئے تو نے
مئے پینے سے سو کام برے تو نے کئے

(۴)

خیام گنہ کو بے وجہ روتے ہو
بے فائدہ فکر مند کیوں ہوتے ہو
پیدا ہوئی گنہ کے لئے بخشائش
کس واسطے آنسوؤں سے منہ دھوتے ہو

(۵)

مشہور ہوں بادہ خوار کہنے دو انھیں
مستوں میں ہوں ہوشیار کہنے دو انھیں

باطن سے تو پاک صاف پہلے سے ہوں
ظاہر میں خراب و خوار کہنے دو انھیں

(۶)

کچھ رہتے ہیں دنیا میں زر و مال میں خوش
بعضوں کا ہے دل حُسنِ خطِ یار میں خوش

دونوں کو رہا ایک نہ ایک سے آزار
اچھے ہیں بہت وہ جو ہیں ہر حال میں خوش

ڈاکٹر مہندر راج سکسینہ

رباعیات عمر خیام

ہوتا ہے مرا شمار مئے خواروں میں
مشہور ہوں رندوں میں قدح خواروں میں
اک گوشۂ میخانہ سنبھالے ہوں میں
جاتا نہیں سرکاروں میں درباروں میں

(۲)

کیا شیخ کی سُنتا ہے ادھر آ پی لے
دو دن تو ملے ہیں زندگی کے جی لے
بجھنے کو ہے یہ شرر کسی لمحے میں
دو گھونٹ سہی دوا سمجھ کر پی لے

ہندوستانی (ہندوستانی اکیڈیمی کا سہ ماہی رسالہ
جنوری ۱۹۴۲ء

مختلف شعرا

رباعیات عمر خیام

ایں کوزہ چو من عاشق زاری بود است / در بند سر زلف نگاری بود است[1]
ایں دستہ کہ در گردن رومی بینی / دستیست کہ بر گردن یاری بود است

عمر خیام

یہ کوزہ بھی مجھ سا کوئی بسمل ہو گا / یار اس کا کوئی حور شمائل ہو گا
دستہ نہیں کوزہ کا یہ ہاتھ اس کا ہے / جو گردنِ جاناں میں حمائل ہو گا

سید ابراہیم محب

غم ہجر کا میری طرح سہتا ہو گا / مئے کیسی، دل کا خون بہتا ہو گا
یہ دستہ گردنِ صراحی بھی کبھی / ساقی کے گلے کا ہار رہتا ہو گا

شوکت

یہ کوزہ بھی مجھ سا کوئی بیمار ہو گا / اس کو بھی اس عشق کا آزار ہو گا
دستہ نہیں کوزہ کا وہ ہاتھ اس کا ہے / جو گردنِ جاناں میں کبھی ہار ہو گا

سید لطف علی تالگرامی

[1] کاندر طلب روئے نگارے بود است

آمد سحرے ندا ز میخانۂ ما   کاے رند خراباتی و دیوانۂ ما
برخیز کہ پر کنیم پیمانہ ز مے   زاں پیش کہ پر کنند پیمانۂ ما

عمر خیامؔ

دی بادِ سحر نوید دیوانہ کو   یعنی دل میگسار و مستانہ کو
اٹھ بھر لیں بعشقِ دوست ساغر اپنا   ان سے آگے بھریں جو پیمانہ کو

راجہ مکھن لال

اک صبح صدا آئی یہ میخانے سے   اے رند خرابات مرے دیوانے
اٹھ جام بھریں مے سے ابھی جانے آج   پیمانہ تن سے ہے یہ جان چھلکے

سید ابراہیم محبؔ

سرمستِ ولا کو ساقی مہر انگیز   دیتا ہے یہ ہر سحر صدا درد آمیز
لے جام صبوحی آنکھ کھول اے مخمور   ہو جائے نہ زندگانی کا ساغر لبریز

شوکتؔ

اک صبح ندا آئی یہ میخانے سے   اے رند خرابات مرے دیوانے
قبل اس کے مئے ناب سے بھر لے ساغر   پیمانہ دل سے بادۂ جاں چھلکے

نوری امروہوی

آئی یہ صدا سحر کو میخانے سے
تھا صاف خطاب اپنے دیوانے سے
اٹھ بھر پیمانہ اس سے پہلے کہ یہاں
چھلکے مئے عمر اپنے پیمانے سے

آزاد توکلی

کل صبح خرابات سے آئی یہ ندا
اٹھ جاگ صراحی مئے خنداں کی اٹھا
کب ٹوٹ کے ہو جاتا ہے ریزہ ریزہ
پیمانۂ ہستی کا نہیں کوئی پتا

سید عبد الحمید عدمؔ

غفلت بھی یہ آہ کچھ ٹھیک نہیں
پی ہوش کی تا کجا یہ خوابِ نوشیں
رہ جائے بھری ہوئی یہ حسرت دل میں
پیمانۂ عمر ہی نہ بھر جائے کہیں

سید لطف علی تالگرامی

حسرتِ وصل نہ اے بے خبری رہ جائے
آ کے آئینۂ دل میں وہ پری رہ جائے
کہیں ایسا نہ ہو بھر جائے مرا ساغرِ عمر
مئے مرے حصہ کی شیشوں میں بھری رہ جائے

وہاج الدین حیدر وہاجؔ

میخانہ سے آئی یہ دمِ صبح ندا
اے رندِ خرابات ہمارے شیدا
اٹھ، جام کو تیرے مئے سے کر دیں لبریز
قبل اس کے کہ پیمانہ ہو لبریز اپنا

صفیؔ لکھنوی

گر بادہ خوری تو با خرد منداں خور
یا با صنمے لالہ رخ و خنداں خور
بسیار مخور و ورد مکن فاش مساز
اندک خور و گہ گہ خور و پنہاں خور

عمر خیامؔ

جب بادہ پیو با صنم چیدہ پیو
یا ہمرہ دوستانِ سنجیدہ پیو
ایسا نہ ہو یہ مشغلہ رسوا ہو جائے
کم کم پیو گہ گہ پیو پوشیدہ پیو

آزادؔ انصاری

پھولوں کے ساتھ ناچ ستاروں کے ساتھ پی
یا سادگی پسند نگاروں کے ساتھ پی
افزوں نہ پی خراب نہ ہو ہوش مت گنوا
تھم تھم کے چھپ چھپا کے سہاروں کے ساتھ پی

سید عبد الحمید عدمؔ

گر مئے پئے ہم شغل بنا صاحب ہوش
یا چاند سی صورت کوئی ہنس مکھ گل پوش
کثرت نہ ہو علت نہ لگا فاش نہ پی
تھوڑی سی کبھی کبھی پنہاں خاموش

آغا شاعرؔ

پینا ہو اگر ساتھ سمجھ دار کے پی
ہنس مکھ کے ہمراہ حسیں یار کے پی
زائد نہ پی عادت نہ بنا فاش نہ کر
تھوڑی کبھی پیچھے کسی دیوار کے پی

حسن الدین احمد

مئے نوش کہ عمر جاودانی ایں است
خود خاصیت از دور جوانی ایں است
ہنگام گل و مل است و یاراں سرمست
خوش باش دمے کہ زندگانی ایں است
عمر خیامؔ

مئے پی کہ حیاتِ جاودانی یہ ہے
خاصیتِ انفاسِ جوانی یہ ہے
ہنگام گل بادہ ہے اور مست ہیں یار
خوش باش کہ شرطِ زندگانی یہ ہے
عبدالحمید عدمؔ

مئے پی کہ حصول کامرانی ہے یہی
خوش جی کہ حیاتِ جاودانی ہے یہی
بے خوف مئے و نغمۂ و شاہد میں گزار
کُھل کھیل کہ اصل زندگانی ہے یہی
آزادؔ انصاری

پی بادۂ عمرِ جاودانی یہ ہے
اور لذت دور نوجوانی یہ ہے
بدمست ہیں یار اور وقت گل و مل
ہنس بول کے کاٹ زندگانی یہ ہے
آزادؔ توکلی

بابط می گفت ماہیٔ در تب و تاب — باشد کہ بجوئے رفتہ باز آید آب
بط گفت کہ چوں من و تو گشتیم کباب — دنیا پس مرگ، ما چہ دریا چہ سراب

عمر خیامؔ

بط سے کہتی تھی ماہیٔ سینہ کباب — کیا ہو جو تنور سے اُبل آئے آب
بط نے جل کر کہا جب ہم نہ رہے — ہے ایک ہمارے بعد دریا و سراب

شوکتؔ

ایک مچھلی نے بط سے کہا ہو کر بے تاب — شائد کہ یہ ندی ہو دوبارہ پر آب
بط بولی دوانی ہوئے ہم تم جو کباب — یکساں ہے ہمیں کچھ بھی ہو دریا کہ سراب

آغا حشر

بط سے ماہی نے جب کہا جل کر — کیا ہو گر جوئے تن میں آب آئے
بط لگی کہنے جب کباب ہیں ہم — پھر سراب آئے یا حباب آئے

سید عبدالحمید عدمؔ

مچھلی نے کہا بط سے بحال تب و تاب — پھر نہر میں شائد کہ پلٹ آئے آب
بط نے کہا ہم تم ہوئے جس وقت کباب — دنیا ہو ہمارے بعد دریا کہ سراب

صفیؔ لکھنوی

حکیم ہلال اکبری

قند مکرر

(رباعیات مولانا رومؒ)

در راہ طلب رسیدہ می باید
دامن ز جہاں کشیدہ می باید
بینائیِ خویش را دوا کن ور نے
عالم ہمہ اوست دیدہ می باید

دل میرا اگر خدا رسیدہ ہوتا
دامن ہر ایک سے کشیدہ ہوتا
ایسی کوئی آنکھوں کی دوا ہاتھ آتی
تو ہی نظر آئے ایسا دیدہ ہوتا

در بحر خیال غرقہ گردابم
نے بلکہ بہ بحر می کشد سیلابم
اے دیدہ نیم خواب من بندہ آنکہ
در خواب بدانست کہ من درخوابم

جو بحر خیال میں ہو غرق گرداب
یا بحر کا رخ کرے بہ شانِ سیلاب
اے دیدۂ نیم وا ہوں اس کا بندہ
جو خواب میں بھی خواب کو سمجھے کہ ہے خواب

عشق آمد شد چو خونم اندر رگ و پوست

ہیں عشق سے بھرپور مرے سب رگ و پوست

تا گرد مرا تہی و پر کرد ز دوست
اجزائے وجود من ہمہ دوست گرفت
نامیست ز من بر من و باقی ہمہ اوست

چھینا مجھے مجھ سے، ہے بس اب دوست ہی دوست
اجزائے وجود تو ہوئے دوست کی نذر
اک نام ہے صرف میرا باقی ہمہ اوست

بے یار نماند آنکہ با یار بساخت
مفلس نہ شد آنکہ با خریدار بساخت
مہ نور ازاں گرفت کہ شب نہ رمید
گل بوے ازاں یافت کہ با خار بساخت

بے یار نہ رہ کبھی اور اغیار سے نبھ
محتاج ہے جو، ایسے خریدار سے نبھ
تو نور قمر دیکھ شب تار سے نبھ
چن پھول گلستاں سے مگر خار سے نبھ

بہر جائے کہ سر نہم مسجود اوست
در شش جہت و بروں شش معبود اوست
باغ و گل و بلبل سماع و شاہد
ایں جملہ بہانہ است مقصود اوست

جس جا مرا سجدہ ہے تو ہی ہے مسجود
موجود ہے ہر جہت میں تو ہی معبود،
باغ و گل و بلبل و سماع و شاہد
ان سب سے حقیقت میں ہے تو ہی معبود

اے زادۂ ساقی ہلہ از غم بگذا
اے ہمدم روح قدس از دم بگذا
گفتی کہ ز غم گریختم شاد شدم
شادی رواں خود از اینہم بگذر

سرشار غم عشق، غم و ہم سے گزر
اے ہمدم روح قدس، دم دم سے گزر
غم سے تو اگر گزر گیا، شاد نہ ہو
شادی بھی تو اک غم ہے اب اس غم سے گزر

ای سنگ دلاں نہ شد دے نرم ہنوز
ای یخ صفتاں نہ شد یخ گرم ہنوز
گرفت دباغت آخر ایں چرم ہنوز
نہ گرفت کسے راز خدا شرم ہنوز

اے سنگ صفت دل نہ ہوا نرم ہنوز
یہ برف نما ہو نہ سکا گرم ہنوز
گو غیر کے گاتا ہے خدا کا کھا کر
آتی نہیں کیا حق سے تجھے شرم ہنوز

مائیم کہ از بادۂ بے جام خوشیم
ہر صبح منوریم ہر شام خوشیم
گویند سر انجام ندارید شما
مائیم کہ بے ہیچ سر انجام خوشیم

میں وہ ہوں کہ ہوں بادۂ بے جام سے خوش
ہر صبح سے خوش ہوں، ہر شام سے خوش
کہتے ہیں کہ عشق کا نہیں کچھ انجام
میں ہوں اسی محرومی انجام سے خوش

گویند کہ عشق بانگ وفا مست دروغ
گویند امید عشق خام است دروغ
کیوانِ سعادت بر ما درجا نست
گویند فراز ہفت بام است دروغ

ہے عشق میں امید خوش انجام غلط
رسوائی کا ڈر آرزوے نام غلط
ایوان سعادت تری تعمیر میں ہے
سمجھے جو فراز فلک و بام غلط

در ہر جزوم نشانِ معشوق منست
ہر پارۂ من زبان معشوق منست
چوں چنگ منم در بر او تکیہ زدہ

ہر جزو بدن ہے اک نشان معشوق
ہر بن مو گویا زبانِ معشوق
نے کے مانند ہے یہ جسم خاکی

ایں نالہ ام از زبانِ معشوق منست

نالہ ہے مرا اور دہان معشوق

در عشق تو ام نصیحت و پند چہ سود
زہراب چشیدہ ام مرا قند چہ سود
گویند مرا کہ بند ہر پاش نہید
دیوانہ دلست پام در بند چہ سود

عاشق کے لئے نصیحت و پند فضول
ہے خوگر زہر کے لئے قند فضول
دیوانہ ہے دل، قید کا حاصل کیا ہے
کیوں کیجئے دیوانے کو پابند فضول

گہ بادہ لقب نہادم و گہ جامش
گاہے زر پختہ گاہ سیم خامش
گہ دانہ و گاہ صید و گاہے دامش
ایں جملہ چراست تا نگویم نامش

کہتا ہوں اسے بادہ کبھی اور کبھی جام
کہتا ہوں زر پختہ، کبھی سیم خام
دانا کبھی اور صید کبھی اور کبھی دام
میں نے نہ لیا غیر کے آگے تیرا نام

در عالم گل گنج نہانی مائیم
دارندۂ ملک جاودانی مائیم
چوں از ظلمات آب و گل بگذشتیم
ہم خضر و ہم آب زندگانی مائیم

اک عالم گل، گنج نہانی میں ہوں
ہاں مالک ملک جاودانی میں ہوں
گزرا ہوں میں ظلمات سے آب و گل کے
میں خضر ہوں آب زندگانی میں ہوں

عشق تو بہ ہر صومعہ مستی دارد

ہر صومعہ میں عشق کی مستی دیکھو

بازار بتاں از تو شکستی دارد
دست غم تو بہ ہر دو عالم برسید
الحق غم تو دراز دستی دارد

بازار بتاں کی خود شکستی دیکھو
دست غم عشق ہے دو عالم پہ محیط
اس غم کی ذرا دراز دستی دیکھو

اویم چوں آز زمانہ می بیں ومپرس
ایں اشک چو نار دانہ می بیں ومپرس
احوال در خانہ از من مطلب
خوں بر در آستانہ می بیں ومپرس

کیا حال زمانہ ہے فقط دیکھ نہ پوچھ
اب کون یگانہ ہے فقط دیکھ نہ پوچھ
کیا پوچھتا ہے حال درونِ خانہ
خوں بر در خانہ ہے فقط دیکھ نہ پوچھ

تا باتو ز ہستی تو ہستی باقیست
ایمن منشیں کہ بُت پرستی باقیست
گیرم بُت پندار شکستی آخر
آں بت کہ ز پندار شکستی باقیست

دل میں ہے جو کچھ بھی زغم ہستی باقی
سن لے کہ ابھی ہے بُت پرستی باقی
غرہ ہے تجھے بُت شکنی پر بے جا
پندار کے مٹئے جب ہے مستی باقی

تا در دلِ من عشق تو آمیختہ شد
جز عشق تو ہر چہ داشتم سوختہ شد
عقل و سبق و کتاب بر طاق نہاد
شعر و غزل و دوبیتی آموختہ شد

دل میں تو فقط عشق کا اندوختہ ہے
اور اس کے سوا جو ہے وہ سب سوختہ ہے
عقل و سبق و کتاب سب طاق پہ ہیں
شعر و غزل و دوبیتی آموختہ ہے

۱۹۵۸ء

مولانا حالیؔ

مغربی پھول

دولت کی ہوس۔ اصل گدائی ہے یہ
سامان کی حرص، بے نوائی ہے یہ
حاجت کم ہو تو ہے یہی شاہنشاہی
اور کچھ نہ ہو حاجت تو خدائی ہے یہ

محنت سے وصول چار پیسے ہوں اگر
ڈالے نہ نظر اشرفی کی تھیلی پر
یہ کینچلی میں بھرا ہوا سانپ ہے سانپ
ہاں سوچ سمجھ کے ڈالنا ہاتھ اس پر

ماہنامہ 'آفتاب' اپریل ۱۹۲۱ء

رباعیاتِ سعدی کا ترجمہ

حضرت امیر خسروؒ

نمی دانم چہ منزل بود شب جائے کہ من بودم
بہر سو رقص بسمل بود شب جائے کہ من بودم
پری پیکر نگارے سرو قدِ لالہ رخسارے
سراپا آفتِ دل بود شب جائے کہ من بودم
رقیباں گوش بر آواز او در ناز من ترساں
سخن گفتن چہ مشکل بود شب جائے کہ من بودم
خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسروؒ
محمدؐ شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

عزیزؔ وارثی

وہ کیا منزل تھی حسن و عشق کی کل شب جہاں میں تھا
مسلسل رقص میں تھی زندگی کل شب جہاں میں تھا
سراپا حسن و نورِ مجسّم وہ قد و قامت
ہر اک جلوے میں تھی رخشندگی کل شب جہاں میں تھا
رقیب اس کے قریں اور امتحاں میری وفاؤں کا
قیامت سے نہ کم تھی وہ گھڑی کل شب جہاں میں تھا
خدائے پاک جس محفل میں خسروؒ جلوہ فرما تھے
نبیؐ کی ذات شمع بزم تھی کل شب جہاں میں تھا

(نذرِ خسروؒ)

حضرت امیر خسروؔ

ہر شب فتادہ ام بگردِ سرائے تو　　ہر روز گریہ، نالہ کنم از سرائے تو
ہرگز شبِ وصالِ تو روزی نہ شد مرا　　اے وائے ہر کسے کہ شود مبتلائے تو
روزے کہ ذرّہ ذرّہ شود استخوانِ من　　باشد ہنوز در دلِ ریشم ہوائے تو

برحالِ زارِ من نظرے کن زراہ لطف
تو بادشاہ حُسن و خسروؔ گدائے تو

روشؔ صدیقی

میں گلی میں تری راتوں کو پھرا تیرے لئے
روز ہنگامۂ فریاد رہا تیرے لئے
عمر بھر روئے شبِ وصل نہ دیکھی اُس نے
ہائے وہ شخص جو برباد ہوا تیرے لئے
استخواں خاک میں مل کر ہوئیں ذرّہ ذرّہ
دل میں اب تک ہے درِ شوق کھلا تیرے لئے
حال پر اس کے بھی ہو اک نگہہ لطف و کرم
تو شۂ حُسن ہے خسروؔ ہے گدا تیرے لئے

(فارسی)　　(نذرِ خسروؔ)

حضرت امیر خسروؔ

کاریست در سرم کہ بہ ساماں نمی شود
دردیست در دلم کہ بہ درماں نمی شود

می کن بناز خندہ کہ دیوانہ تر شوم
دیوانگیٔ من چو بہ پایاں نمی شود

جانم فدائے نرگس او باد ہر زماں
خوں می کند ہزار و پشیماں نمی شود

آں کس کہ گشت عاشق و بے دل ز دستِ تو
گوئی نہ عاشق است کہ بے جاں نمی شود

در رازِ عشق چند ملامت کنم کہ، ہیچ ؟
ایں کافرِ قدیم مسلماں نمی شود

خسرو کہ ہست سوختہ و خام سوزِ عشق
آتش زنش کہ پختہ و بریاں نمی شود

گلزارؔ دہلوی

اس کام کا جو سر میں ہے ساماں نہیں ہوتا
اس درد کا جو دل میں ہے درماں نہیں ہوتا

اتنا نہ ہنسا اور بھی دیوانہ بنوں میں
دیوانگیٔ شوق کا پایاں نہیں ہوتا

ان نرگسی آنکھوں پہ فدا جان کہ قاتل
جس قتلِ محبت پہ پشیماں نہیں ہوتا

جو شخص ترے عشق میں ہو جائیگا بے دل
بے دل تو وہ ہو جائیگا بے جاں نہیں ہوتا

کہتا ہوں بُرا عشق میں ہر چند میں دل کو
یہ پاپی پرانا ہے مسلماں نہیں ہوتا

کیا آتش الفت ہے عجب جو دل خسروؔ
جلتا ہے مگر خیر سے بریاں نہیں ہوتا

(نذرِ خسروؔ)

محمد احتشام الدین حقیؔ

الا یا ایہا السّاقی ادر کاساً وناوِلہا

سن اے ساقی چلا ساغر دے آنا سہل تھا دل کا
مگر اب عشق میں ہے سامنا مشکل پہ مشکل کا

جو بوئے نافہ طرّے سے صبا تیرے پھلے کو کھول آئے
بھرے بل زُلف مشکیں پیچ کیا کیا کھائے خوں دل کا

مصلیٰ رنگ لے مے سے اگر پیرِ مغاں کہہ دے
سمجھ رہبر کو ناواقف نہ رسم و راہ منزل کا

یہ کالی رات، طوفاں سر پہ منہ پھاڑے بھنور آ گئے
دل اس بپتا کو جانے کیا سبکساران ساحل کا

ہوئیں خود رائیاں کاموں میں آخر وجہ رسوائی
رہا کب راز بن کر مشوروں میں نقل محفل کا

ہمیں کیا منزلِ جاناں میں لطف امن و آسائش
جگا دے ہر گھڑی گھڑیاں باندھو بند محمل کا

حضوری چاہے گر حافظ تو رکھ پیشِ نظر اس کو
اُسے دیکھے تو دنیا چھوڑ دے یہ پھینک دے چھلکا

محمد احتشام الدین حقیؔ

مرو کہ در غمِ ہجرِ تو از جہاں برویم

ٹھہر کہ جاتے ہی تیرے ہم اپنی جاں سے چلے
یہ دیکھ اُٹھتے ہی اُٹھتے ترے جہاں سے چلے

ہلا دے ہونٹ کہ قربان ان پہ ہو جائیں
وگرنہ ہم یوں ہی بے کار اس جہاں سے چلے

روا نہیں کہ لبوں پر ہو جان مر نہ سکیں
ذرا سا کام ہے یہ بھی نہ اُس دہاں سے چلے

الٰہی پھر بھی ہو اک بار وہ دہن پہ دہن
یہ ہوش جائیں، وہ تھامے، کہے کہاں سے چلے

گدائے کوچہ ہے تیرا تجھی سے مانگتا ہے
ہزار حیف کہ محروم آستاں سے چلے

پتہ دے وصل کا جس راہ سے وہ ممکن ہو
پہنچ ہی جائیں گے اک دن جو اس نشاں سے چلے

یہی نہ کہنا کہ "حافظؔ یہاں سے جا" للّٰہ
جو اور حکم تھے اُن پر تو چشم وجاں سے چلے

محمد احتشام الدین حقیؔ

مسلماناں مرا وقتے دلے بود

مسلمانو کبھی اپنے بھی دل تھا
وہ جس سے مشورہ مشکل میں ملتا

بڑا ہمدرد، وانا مصلحت ہیں
کہ پشتیبانِ جملہ اہلِ دل تھا

جو گھرتا میں کبھی غم کے بھنور میں
کنارا پھر بدولت اس کی ملتا

ہوا مجھ سے وہ گم اس کے مکاں میں
وہ دامن جس میں دامن دل کا کلتا

پریشاں ہے جواب مجموعۂ دل
کبھی اک کارواں اس سے خجل تھا

مجھے خود عشق نے تعلیم دی تھی
مرے فقروں پہ سر محفل کا ہلتا

ہنر بے عیب حرماں مان لیتے
گدا محروم تر گر مجھ سے ملتا

گہر بھی آنکھ سے برسائے لیکن
عوض حاصل کے، ہر گوہر بہ گل تھا

نہ کہنا اب سے حافظ نکتہ داں ہے
جو کہتے سخت جاہل تب تو کھلتا

محمد احتشام الدین حقیؔ

اے نسیم سحر آرامگہ یار کجاست

اے نسیم سحر آرام گہِ یار کہاں
رہتا ہے وہ بتِ عاشق کُشِ عیار کہاں

شبِ تاریک بھی ہے وادیِ ایمن بھی مگر
جلوۂ طور کہاں طالبِ دیدار کہاں

کون ہے جس میں خرابی کے کچھ آثار نہیں
پوچھتے کیا ہو خرابات میں ہشیار کہاں

جو اشارت کو سمجھتے ہوں بشارت ان کو
سر ہزاروں ہیں مگر واقفِ اسرار کہاں

رونگٹے رونگٹے کو اپنے ہے سودا اُس کا
ہم کہاں اور نصیحت گرِ بے کار کہاں

بادۂ و مطرب و گُل کون سی شے ہے کہ نہیں
عیش بے یار مہیا نہیں، ہے یار کہاں

زاہد و صومعہ چولھے میں، یہ بتلاؤ کہ ہے
یار ترسا بچہ اور خانۂ خمار کہاں

عقل دیوانی ہوئی زلف مسلسل ہے کدھر
دل چلا ہاتھ سے ہے ابروئے خمدار کہاں

عاشقِ خستہ جلا ہجر میں کیا کیا اس نے
کبھی پوچھا بھی کہ مرتا ہے وہ غم خوار کہاں

چمنِ دہر میں حافظ نہ خزاں سے ہو ملول
عقل سے کام لے عاقل گُلِ بے خار کہاں

محمد احتشام الدین حقیؔ

ساقیا برخیز و دردہ جام را

ساقیا اُٹھ بیٹھ بھر دے جام کو
ڈال چولھے میں غمِ ایام کو

بھر کے دے ساغر کہ آخر کب تلک
کبر و نخوت نفس نافرجام کو

ساغرِ مے دے کہ میں پھینکوں اُتار
جسم سے اس دلق ازرق فام کو

ہو جو بدنامی ہے نزدِ عاقلاں
کیا کروں گا لے کے ننگ و نام کو

دودِ آہ سینۂ سوزاں مرے
پھونک دے ان پختگانِ خام کو

محرمِ رازِ دلِ شیدا نہیں
خوب دیکھا پھر کے خاص و عام کو

لگ گیا دل ایک دل آرام سے
لے گیا یک مشت آرام کو

سر پہ ڈالیں چمن میں کیا نظر
دیکھ کر اس سرو سیم اندام کو

بھر گیا دُنیا سے دل گو صبر کو
کھا خوشی سے غم ہی کاٹ ایام کو

مشکلیں حافظ جو ہوں برداشت کر
سہل ہوں گی مشکلیں انجام کو

محمد احتشام الدین حقّی

اے کہ در کوئے خرابات مقامے

ساکنِ کوئے خرابات مقام اچھا ہے
ہے جم وقت ہی گر ہاتھ میں جام اچھا ہے

رُخ و گیسو ہی میں دل شام و سحر ہے تیرا
ہو اسی طرح اگر صبح سے شام اچھا ہے

تشنہ لب جو تری رہ میں سسکتا ہے صبا
لائے اک یار مسافر کا پیام اچھا ہے

لبِ خندانِ قدح سے بوئے جاں آتی ہے
دیکھ تو سونگھ کے تیرا بھی مشام اچھا ہے

مہرباں ہو گیا کی ترکِ فلک نے تو جفا
اب تو اس طرز میں تیرا ہی خرام اچھا ہے

کیا عجب تجھ سے جو بن آئے کوئی کارِ غریب
کون ہے شہر میں ایک تیرا ہی نام اچھا ہے

گر وفا کو نہیں کچھ تیری قرار اور قیام
ہو اگر جور و جفا ہی کو دوام اچھا ہے

حالِ مہر سبز سے کیا اور تو اُمیدِ فلاح
بر کنارِ چمن ایک دانہ بدام اچھا ہے

سینکڑوں وردِ سحر حافظِ جاں ہیں ترے
یہ ترا حافظ شب خیز غلام اچھا ہے

اشعارِ حافظؒ

دشمن بہ قصد حافظ اگر دم زند چہ باک
منّت خدائے را کہ نیم شرمسار دوست

دشمن اگر ہے جان کا گاہک تو خوف کیا
شکرِ خدا کہ دوست کے احساں سے پاک ہوں
(منوّر لکھنوی)

حافظ کو قتل کر دے عدو کوئی ڈر نہیں
فضل خدا ہے دوست سے شرمندہ تو نہیں
(احسن مفتاحی)

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر می کنند
چوں بخلوت می روند آں کارِ دیگر می کنند

جلوہ فرما ہیں جو واعظ اب محراب و منبر پر
خلوت میں داخل ہونے پر کام کچھ اور ہی کرتے ہیں
(منور لکھنوی)

یہ واعظ جو سر محراب و منبر جلوہ فرما ہیں
یہ جب خلوت میں جاتے ہیں تو پھر کچھ اور کرتے ہیں
(احسن مفتاحی)

آسائشِ دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است
با دوستاں تلطّف با دشمناں مدارا

راحت کونین مضمر صرف دو حرفوں میں ہے
مہربانی دوستوں پر دشمنوں سے التفات
(منور لکھنوی)

دو عالم کا سکوں، تفسیر ہے ان ہی دو حرفوں کی
تواضع دشمنوں کی، دوستوں کے ساتھ نرمی ہو
(احسن مفتاحی)

من از بازوئے خود دارم بسے شکر
که زورِ مردم آزاری ندارم

ادا کرتا ہوں شکر ان بازوؤں کا
کہ تابِ مردم آزاری نہیں ہے
(منوّر لکھنوی)

میں ہوں ممنون اپنے بازوؤں کا
کہ زورِ مردم آزاری نہیں ہے
(احسن مفتاحی)

مباش در پئے آزار ہرچہ خواہی کن
کہ در شریعتِ ما غیر ازیں گناہے نیست

کسی کا دل نہ دکھا اور چاہے جو کچھ کر
مرے طریق میں اس کے سوا گناہ نہیں
(منوّر لکھنوی)

کسی کے درپے آزار مت ہو اور جو چاہے کر
نہیں ہے اس سے بڑھ کر جرم کوئی اپنے مذہب میں
(احسن مفتاحی)

منورؔ لکھنوی

چوں پیر شدی حافظؔ از میکدہ بیروں شود
رندی و ہوسناکی در عہد شباب اولیٰ

جب پیر ہوا حافظؔ جا میکدے سے باہر
رندی و ہوسناکی بہتر ہے جوانی میں

بنا شد ہیچ عاشق ہم چو حافظ
فقیرے، بے کسے، بے اعتبارے

نہ ہوگا مثلِ حافظ کوئی عاشق
فقیر و بے کس و نا قدر ایسا

بہ ہیچ ورد دگر نیست حاجت اے حافظ
دعائے نیم شب و ورد صبح گاہت بس

آدھی رات کو ایک دعا اور ایک وظیفہ وقت سحر
اور کوئی بھی شغل تجھے اب اے حافظ درکار نہیں

صبر کن حافظ بہ سختی روز و شب
عاقبت روزے بیابی کام را

صبر حافظ صبر روز و شب کے اس آشوب میں
اک نہ اک دن کامیابی تیرے ہاتھ آجائے گی

رسید مژدہ کہ ایّام غم نہ خواہد ماند
چناں نہ ماند و چنیں نیز ہم نہ خواہد ماند

خبر ملی ہے کہ دورِ کُلفت نہ اب نہ آسماں رہے گا
وہی زمانہ نہیں رہا جب تو یہ زمانہ کہاں رہے گا

حافظ تو تا یکے غم مال جہاں خوری
بسیار غم مخور کہ جہاں نیست پائیدار

حافظ، غم کھائے جاؤ گے کب تک مالِ دُنیا کے لئے
دُنیا کے، غم کیا کھانا، دُنیا کا ٹھکانا کچھ بھی نہیں

خلل پزیر بود ہر بنا کہ می بینی
مگر بنائے محبت کہ خالی از خلل است

ہر چیز کی بنیاد میں پوشیدہ ہے کچھ نقص
بنیاد محبت ہے مگر عیب سے خالی

قدم دریغ مدار از جنازۂ حافظ
اگرچہ غرق گناہ است می رود بہ بہشت

جنازہ حافظ کا جا رہا ہے قدم خدا کے لئے نہ روکو
گناہ میں گرچہ غرق ہے وہ مگر روانہ بہشت کو ہے

عزیز مصر بر غم برادرانِ غیور
ز قعر چاہ برآمد باوج ماہ رسید

عزیز مصر کو دیکھو کہ بھائیوں کے سبب
کنویں کی تہ سے جو نکلا تو چاند تک پہونچا

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

کبھی مرتے نہیں وہ عشق سے زندہ ہے دل جن کا
کہ لوحِ دو جہاں پر ثبت ہے مہرِ بقا ہم سے

احسن مفتاحی

شبِ تاریک و بیم موج و گرداب چنیں ہائل
کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

بھنور ہے موج ہے اس پر اندھیری رات کا عالم
کناروں پر جو رہتے ہیں ہمارا حال کیا جانیں

زعشق ناتمام ما جمال یار مستغنی ست
بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روے زیبارا

جمالِ یار مستغنی ہے میرے عشق کمتر سے
حسیں چہرے کو آب و رنگ و خال و خط کی حاجت کیا

اگر آں ترکِ شیرازی بدست آرد دل مارا
بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا

اگر تھامے ہمارے دل کو وہ معشوق شیرازی
سمرقند و بخارا بخش دیں اس کے حسیں تل پہ

جز آستانِ توام در جہاں پناہے نیست
سر مرا بجز ایں در حوالہ گاہے نیست

تمہارے در کے سوا دہر میں پناہ نہیں
سوائے اس کے میری کوئی سجدہ گاہ نہیں

ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار
کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست

خوشی کے چند لمحوں کو غنیمت جان اے ناداں
کوئی واقف نہیں اس سے کہ کل انجام کیا ہوگا

تو و طوبیٰ و ما و قامتِ یار
فکر ہر کس بقدرِ ہمت اوست

تو ہے طوبیٰ کا عاشق اور میں ہوں یار کے قد کا
مزاج اپنا، پسند اپنی، مذاقِ انتخاب اپنا

گناہ اگر چہ نبود اختیارِ ما حافظ
تو در طریق ادب کوش و گو گناہ من ست

گناہ پر نہیں قابو کسی کا اے حافظ
مگر یہ شرط ادب ہے کہ اعتراف کرو

بیا کہ خون دل خویشتن بحل کردم
اگر بہ مذہبِ تو خونِ عاشق ست مباح

لے، میں معاف کرتا ہوں اب اپنے دل کا خوں
عاشق کا خوں اگر ترے مذہب میں ہے روا

چوں عاشق می شدم گفتم کہ بردم گوہر مقصود
ندانستم کہ ایں دریا چہ موجِ بیکراں دارد

ہوا عاشق تو سمجھا مل گیا مقصود کا گوہر
ہے اس دریا میں موجِ بیکراں میں جانتا کب تھا

شہر خالی ست ز عشاق مگر کز طرفے
مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

ہے خالی شہر گرچہ عاشقوں سے پھر بھی ممکن ہے
نکل کر غیب سے اک مرد کوئی کام کر جائے

اگر نہ نالہ کنم گویدم چہ حاجت ماست
وگر بمویہ سرایم بہ پیچ و تاب آید

نہ روؤں میں تو کہتا ہے ہماری کیا ضرورت ہے
عجب مشکل ہے روتا ہوں تو پیچ و تاب کھاتا ہے

مردم دیدم تیمم کند از خاک درت
گرچہ در خانۂ خود آبِ روانے دارد

تیمم پتلیاں آنکھوں کی خاک در سے کرتی ہیں
رواں پانی اگرچہ وہ گھروں میں اپنے رکھتی ہیں

بفروغ چہرہ زلف ہمہ شب زند رہِ دل
چہ دلاور ست وزدے کہ بکف چراغ دارد

تمہاری زلف نے دل کو لوٹا ہے رات بھر رخ کی روشنی میں
دلیر ہے چور کس قدر وہ کہ ہاتھ میں ہے چراغ اس کے

ابلہاں را ہمہ شربت ز گلاب و قند ست
قوتِ دانا ہمہ از خونِ جگر می بینم

جو ہیں احمق وہ پیتے ہیں گلاب و قند کا شربت
جو دانا ہیں بچارے پیتے ہیں خونِ جگر اپنا

سوزِ دل، اشکِ رواں، آہ سحر، نالۂ شب
ایں ہمہ از اثر لطفِ شما می بینم

دل کی سوزش، بہتے آنسو، گریہ شب، آہ صبح
شکریہ صد شکریہ ہے مہربانی آپ کی

وفا کنیم و ملامت کشیم و خوش باشیم
کہ در طریقت ما کافری ست رنجیدن

وفا کر کے سہتا ہوں ملامت پھر بھی ہیں خوش ہوں
سراسر کفر ہے رنجیدہ ہونا میرے مسلک میں

از جاں طمع بریدن آساں بود ولیکن
از دوستانِ جانی مشکل بود بریدن

جان سے اپنی دست برداری تو آساں ہے مگر
دوستوں سے اپنے مشکل ہے تعلق توڑنا

دلا بسوز کہ سوزِ تو کارہا بکند
دعائے نیم شبی دفع صد بلا بکند

تو دل میں سوز پیدا کر کہ سوزش کام آئے گی
دعائے نیم شب صدہا بلائیں دفع کرتی ہے

جنگ ہفتاد دو ملت ہمہ را عذر بنہ
چوں ندیدند حقیقت راہ فسانہ زدند

بہتّر فرقوں کا جھگڑا تو بس ہے ایک مجبوری
حقیقت سے ناواقف اور افسانوں میں الجھے ہیں

نہ ہر کہ چہر برا فروخت دلبری داند
نہ ہر کہ آئینہ ساز د سکندری داند

سجا کر اپنا چہرہ کوئی دلبر ہو نہیں سکتا
بنالے جو بھی آئینہ ، سکندر ہو نہیں سکتا

ما قصہ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم
از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

نہیں قصے پڑھے ہم سکندر اور دارا کے
بجز مہر و وفا کے کوئی قصہ ہم سے مت پوچھو

اسپ تازہ شدہ مجروح بزیرِ پالاں
طوقِ زریں ہمہ در گردنِ خرمی بینم

اسپ تازی تو ہے زخمی بزیرِ پالاں دیکھئے
طوق سونے کے سبھی ہیں گردنِ خر میں سجے

حکیم ہلال اکبری

مئے دو آتشہ

(رباعیات مولانا عبدالرحمٰن جامیؔ)

یارب مرہے کز دوئی خود برہم
واز بد بیرم واز بدی خود برہم
در ہستی خود مراز خود بے خود کن
تا از خودی و بیخودی خود برہم

اک لطف نظر ہو کہ دوئی سے چھوٹوں
نیکی سے بڑھے ربط بدی سے چھوٹوں
اپنی ہستی میں محو کر دے یارب
میں دورِ خودی و بیخودی سے چھوٹوں

جامیؔ تن زن سخن طرازی تا چند
افسوں گری و فسانہ سازی تا چند
اظہار حقائق بسخن ہست خیال
اے سادہ دل ایں خیال بازی تا چند

اے دوست تری سخن طرازی کب تک
خالی باتوں سے دل نوازی کب تک
اظہار حقائق کی بھی منزل ہے کوئی
الفاظ سے یہ فسانہ سازی کب تک

ہر چند کہ جان عارف آگاہ بود

یہ زلف دوتا یہ خال یہ خد کیا ہے

کئے در حرم قدس تواش راه بود
دست ہمہ اہلِ کشف و اربابِ شہود
از دامن ادراک تو کوتاہ بود

احساس کی حد عشق کی ابجد کیا ہے
ہے چار طرف جمالِ مطلق تاباں
میں کیا کہوں یہ حسنِ مقید کیا ہے

در ژندۂ فقر عیب پوشی بہتر
در نکتۂ عشق تیز ہوشی بہتر
چوں بر رخ مقصود نقابست سخن
از گفت و شنیدِ ما خموشی بہتر

خاموش فضا میں بادہ نوشی بہتر
دل ہی دل میں ہے گرم جوشی بہتر
جب شاہدِ معنی کا ہیں پردۂ الفاظ
پھر گفت و شنید سے خموشی بہتر

گر در دل تو گل گذرد گل باشی
ور بلبل بیقرار بلبل باشی
تو جزوی و حق کل است روزے چند
اندیشہ کل پیشہ کنی کل باشی

گل کے سے ہوں انداز تو گل کہلائے
بلبل کا جو ہو سوز تو بلبل کہلائے
تو جز ہے خداوند تعالیٰ کُل ہے
جز کل میں فنا جب ہو تو کُل کہلائے

در عالم فقر بے نشانی اولیٰ
در قصہ عشق بے زبانی اولیٰ
زانکس کہ نہ اہل ذوق و اسرار بود
گفتن بہ طریق ترجمانی اولیٰ

حاصل ہو جو فقر بے نشانی بہتر
اور عشق کی حد میں بے زبانی بہتر
سنتے سنتے زبان کھل جائے اگر
کہنا بہ طریق ترجمانی بہتر

رخسار تو بے نقاب دیدن نتواں
دیدار تو بے حجاب دیدن نتواں
خورشید چو بر فلک زند رایت نور
سرچشمۂ آفتاب دیدن نتواں

رُخ آپ کا بے نقاب کیونکر دیکھے
وہ جلوۂ بے حجاب کیونکر دیکھے
انساں ہوں میں غریب انساں کی آنکھ
سرچشمۂ آفتاب کیونکر دیکھے

اے طبع ترا گرفتہ وسواس سخن
میدار گر اہل دانشی پاس سخن
مکشائے زباں بکشف اسرار وجود
کیں در نہ شود سفتہ بہ الماس سخن

اے وہ کہ ہے تجھ کو شوق وسواس سخن
ہے اہل خرد اگر تو رکھ پاس سخن
خاموش کہ فاش ہوں نہ اسرار وجود
اس در کو نہ کر سفتۂ الماس سخن

تا کے ہو درای کردن افغان و خروش
یکدم شو ازیں ہرزہ درائی خاموش
گنجینۂ دُرہائے حقائق نشوی
مادام کہ چوں صدف نگردی ہمہ گوش

اے طالب حق کس لئے یہ جوش و خروش
کیوں ہرزہ سرائی ہے یہ ہو جا خاموش
حاصل تجھے دُرہائے حقیقت ہوں گے
مانند صدف ہو تو سہی تو ہمہ گوش

ہستی کہ دواں نیست عیاں در شانے
در شان دگر جلوہ کند ہر آنے
ایں نکتہ بجوز کُلَّ یَوْمٍ فِی شَانٍ

اللہ کی ہر شان نئی ہے انسان
ہر آن نئی شان ہے اس کی ہر آن
پڑھ لے لِلّٰہ کُلَّ یَوْمٍ فِی شَانٍ

گر بایدت از کلام حق برہانے

ہے دامنِ قرآں میں اس کی برہان

سبحان اللہ زہے خداوندِ ودود
متجمع فضل و کرم و رحمت و جود
در ہر آنِ برد جہانے بہ عدم
آرد دگرے چو او ہماندم بوجود

سبحان اللہ میرا وہ ربِ ودود
ہے جامع فضل و کرم و رحمت و جود
ہر آن یہ کائنات ہوتی ہے فنا
کرتا ہے عطا اس کو خداوند وجود

(لوائح جامی ۱۳۰۱ھ)

حضرت جنید بغدادی

منقبت

نہ یافت وہم و خرد پایۂ کمالِ علیؑ
بہ وصف راست نیاید بیانِ حالِ علیؑ

مقرر است کہ در عہدِ فطرتِ ارواح
بروحِ پاکِ محمدؐ بُد اتصالِ علیؑ

زہد و حال کہ بردست از ریاضِ صفا
بہ آبِ علم برومند شد نہالِ علیؑ

چوں آفتابِ رسالت طلوع کرد از غیب
ظہور یافت از اوجِ افق ہلالِ علیؑ

نخست قرعۂ ایماں بہ نامِ او آمد
کہ خیر بود و سعادت نشان فالِ علیؑ

چو یافت خطبۂ اسلام زیب و زینتِ وحی
گرفت کارِ غزا رونق از قتالِ علیؑ

جواب داد سوالاتِ کُلِ عالم را
کسے نہ گفت جوابے زِ یک سوالِ علیؑ

حدیثِ رایت و طیر و غدیر و عقدِ اخا
شہودِ آیۂ صدق اند، بر خصالِ علیؑ

نزولِ آیۂ مستغفرین بالاسحار
بود دلیلِ مناجات زا بتہالِ علیؑ

تو سرِ انفسنا و ولیکم دریاب
کہ بر تو کشف شود عزت و جلالِ علیؑ

نہ کردہ طرفۃ العینے گناہ در ہمہ عمر
کہ غرقِ طاعتِ حق بود ماہ و سالِ علیؑ

باقر امانت خانی

منقبت

نہ پایا وہم و خرد نے کبھی کمالِ علیؑ　　نہیں ہے وصف سے ممکن بیانِ حالِ علیؑ
یقینی ہے کہ جب ارواح کا ظہور ہوا　　تھا روحِ پاکِ محمدؐ سے اتصالِ علیؑ
اُگا، ریاضِ ارم میں یہ ابتدا ہی سے　　کہ آبِ علم سے شاداب ہے نہالِ علیؑ
جب آفتاب، رسالت کا غیب سے نکلا　　افق کے اوج پہ ظاہر ہوا ہلالِ علیؑ
انہی کے نام پہ پہلا ہے قرعۂ ایماں　　نشانِ خیر و سعادت بنا ہے فالِ علیؑ
ہے جیسے خطبۂ اسلام زیب و زینتِ وحی　　ہے یوں ہی رونقِ غزوات دیں قتالِ علیؑ
دیئے علی نے سوالاتِ کل جہاں کے جواب　　تھا لاجواب مگر اک فقط سوالِ علیؑ
حدیثِ رایت و طیر و غدیر و عقد اخا　　یہ سب نشانیاں ہیں شاہدِ خصالِ علیؑ
نزولِ آیۂ مستغفرین بالاسحار　　بنا دلیلِ مناجات و ابتہالِ علیؑ
تو۔ رازِ انفسنا و دلیکم ۔ پا جا　　کہ تجھ پہ صاف کھلے عزت و جلالِ علیؑ
نہ ایک پل بھی کیا عمر میں کوئی عصیاں　　کہ غرقِ طاعتِ خالق تھے ماہ و سالِ علیؑ

زجامِ لطفِ خدا تا ابد بود سیراب — کسے کہ نوش کند شربتِ زلالِ علیؑ
بہ روشنائی ایماں رسد ز ظلمتِ کفر — دلے کہ نورِ یقیں دید از جمالِ علیؑ
از آں زماں کہ بدیدم جمالِ او در خواب — نہ بودہ ام نفَسے خالی از خیالِ علیؑ
گواہ باش خدایا کہ بندۂ تو جنیدؔ — ہمیشہ ہست محبِ علیؑ و آلِ علیؑ

دیوان حضرت جنید بغدادی (قلمی)
کتب خانۂ آصفیہ، حیدرآباد

رہیگا ساغرِ لطفِ خدا سے وہ سیراب — جو کوئی نوش کرے شربۂ زلالِ علیؑ
وہ پہنچا کفر کی ظلمت سے نورِ ایماں تک — دکھائے جس کو بھی نورِ یقیں جمالِ علیؑ
جمال دیکھ لیا میں نے خواب میں جب سے — رہا ہر ایک نفس میں مرے خیالِ علیؑ
گواہ رہنا الٰہی کہ تیرا بندہ جنیدؔ — رہا ہمیشہ محبِ علیؑ و آلِ علیؑ

کیا ہے ترجمہ منظوم یہ جو باقرؔ نے ہے
یہ اس کے حال پہ ہے فضل لازوالِ علی

۱۴ اکتوبر ۱۹۷۸ء

رباعیاتِ سرمدؔ

دوریٔ نفسی مرا از و ممکن نیست
ایں یک جہتی بہ گفتگو ممکن نیست
او بحر، دلم سبوست ایں حرف غلط
گنجائش بحر در سبو ممکن نیست

دم بھر بھی مجھے اس کی جدائی ہے گراں
اس عشق کو لفظوں میں کرے کون بیاں
وہ بحر ہے دل سبو ہے یہ قول غلط
گنجائش بحر کی سبو میں ہو کہاں

ایں جسم بصد قسم فنا بنیاد است
ایں شعلۂ خس در نفسی برباد است
از دامِ اجل ترا رہائی نہ بود
صیدی و سر و کار تو با صیّاد است

بنیاد نہیں جس کی وہ بنیاد ہے تو
اک شعلۂ خس فانی و برباد ہے تو
کب دام اجل سے ہو رہائی تجھ کو
اے صیدِ زبوں بستۂ صیّاد ہے تو

آں کس کہ شراب می خورد می گذرد
واں کس کہ کباب می خورد می گذرد
سرمد کہ بکاسۂ گدائی نان را
تر کردہ بآب می خورد می گذرد

جو پی لے شراب اس کے بھی دن گذریں گے
جو کھائے کباب اس کے بھی دن گذریں گے
جو بھیک کے ٹکڑے کے لئے اے سرمد
ہو خانہ خراب اس کے بھی دن گذریں گے

سرمد غم عشق بوالہوس را ندہند
سوزِ دل پروانہ مگس را ندہند
عمری باید کہ یار آید بہ کنار
ایں دولتِ سرمد ہمہ کس را ندہند

سرمد غم عشق بوالہوس کو نہ دیا
سوز دل پروانہ مگس کو نہ دیا
اک عمر گذرنے پہ ہی ملتا ہے وہ دوست
یہ وہ ہے شرف جو خار و خس کو نہ دیا

آں کس کہ ترا تاجِ جہاں بانی داد
مارا ہمہ اسباب پریشانی داد
پوشاند لباس ہر کرا عیبی دید
بے عیباں را لباس عریانی داد

کرتا ہے عنایت جو تجھے سلطانی
کرتا ہے غمِ دہر ہمیں ارزانی
جو عیب سے پر ہیں انھیں دیتا ہے لباس
بے عیبوں کو دیتا ہے فقط عریانی

ابنائے زماں بہ یک دگر دل تنگ اند — پیوستہ بہ خود چو مختلف آہنگ اند
قانونِ وفا و مہر بر داشتہ اند — دایم بمقام آشتی در جنگ اند

ابنائے زمانہ تو ہیں دل تنگ بہت — سازان کے ہیں سب مختلف آہنگ بہت
ہیں مہر و محبت سے سراسر غافل — ہے صلح تو کم سلسلۂ جنگ بہت

جز فضلِ خدا کار نہ دارم ہرگز — اندیشۂ کردار نہ دارم ہرگز
او داند و عصیانِ من و مغفرتش — من کار بایں کار نہ دارم ہرگز

جز فضلِ خدا یار نہیں رکھتا ہوں — اندیشۂ کردار نہیں رکھتا ہوں
کیا میرے گنہ اور ہے کیا اس کا کرم — میں اس سے سروکار نہیں رکھتا ہوں

دل شاد مشو ز دہر فانی ہرگز — گر شاہی و گر گدا نمانی ہرگز
باید کہ دریں دو روز غافل نشوی — یک دم ز خیال یار جانی ہرگز

رکھے گا نہ خوش جہانِ فانی ہرگز — یہ عمر نہیں ہے، جاودانی ہرگز
لازم ہے یہی بات کہ تیرے دل سے — نکلے نہ خیالِ یارِ جانی ہرگز

آشفتۂ آں زلفِ گرہ گیر شدم
تدبیر نہ ایں بود وز تقدیر شام
در حلقۂ آں زلف اسیرم کردند
از شومیٔ عقل پا بہ زنجیر شدم

وہ زلفِ پریشاں جو گلو گیر ہوئی
تدبیر کی دشمن مری تقدیر ہوئی
دل اُس میں کچھ اس طرح گرفتار ہوا
گویا وہ مرے پاؤں کی زنجیر ہوئی

از کردہ خویش منفعل بسیارم
عمریست کہ پیوستہ دریں آزارم
چیزی کہ نباید بشود از من شد
بر فضل نظر بکن نہ بر کردارم

ہوں اپنے کئے پر میں بہت شرمندہ
آزار ہے جب تک بھی یہاں ہوں زندہ
کردار تو ہرگز نہیں پائندہ مرے
بہتر ہے کہ ہو فضل ترا پائندہ

راجہ گردھاری پرشاد باقیؔ

رُباعیات خواجہ میر درد

(۱)

خواہی کہ شود درد جہانت بہبود
در بندگیِ رسولؐ باشی بسجود
گر فہم کنی وگرنہ فہمی بے شک
حق است ہمہ ہر چہ پیمبرؐ فرمود

کونین میں چاہتا ہے اگر اپنا بھلا
رہ بندگی نبیؐ سے سجدے میں پڑا
تو سمجھے یا نہ سمجھے باقیؔ بیشک
حق ہے وہی جو کچھ کہ پیمبرؐ نے کہا

(۲)

از فیضِ تو ہر خزانہ معمور آمد
وز لطف تو ہر غمزدہ مسرور آمد
بختِ سیہ انت رخت زعالم بر بست
ہر سایہ کہ زیرِ سایۂ نُور آمد

بس رحمت سے ترے کوئی نہ مہجور رہا
ہر غمزدہ جان و دل سے مسرور رہا
بس بخت سیاہ اس کا معدوم رہا
جو سایہ کہ زیرِ سایۂ نُور رہا

(۳)

مارا نبود گزر دراں کو کہ توئیَ
تو ہر سو، وکس نرفتہ آں سوکہ توئیَ

گو آئینہ وجہ تو باشد ہمہ خلق
نتواں دیدن ترا از آں روکہ توئیَ

جس کوچہ میں تو ہے نہیں وہاں اپنا گذر
ہر سو میں ہے تو وہاں نہ گیا کوئی بشر

سب خلق تری ذات کا گو آئینہ ہے
جو منہ ہے ترا دیکھ نہیں سکتی نظر

(۴)

از ہر بد و نیک چوں خوش و شاد شدیم
وارستہ ز خار و گل چو شمشاد شدیم

یعنی دل را کہ باعثِ تفرقہ بود
بستیم بہ زلف یار آزاد شدیم

ہر نیک و بد سے خوش ہوئے شاد ہوئے
آزاد گل و خار سے شمشاد ہوئے

تھا باعث تفرقہ ہمارا یہ دل
باندھا اسے زلف سے تب آزاد ہوئے

(۵)

گاہے سحر است وگاہ شام است اینجا
از کون و فساد انتظام است اینجا

مانندِ شرر مشوز ہستی غافل
در چشم زدن کار تمام است اینجا

روشن ہے کبھی سحر کبھی ظاہر شام
اس کون و فساد کا برا ہے انجام

مانند سحر نہ کر غرورِ ہستی
اک چشم زدن میں کام ہوتا ہے تمام

غالبؔ

چراغِ دیر

تناسخ مشرباں چوں لب کشایند
بہ کیشِ خویش کاشی راستایند

کہ ہر کس کاندراں گلشن بمیرد
دگر پیوندِ جسمانی نگیرد

چمن سرمایۂ اُمید گردد
بمردن زندۂ جاوید گردد

زہے آسودگی بخشِ روانہا
کہ داغِ چشم می شوید زجانہا

شگفتے نیست از آب و ہوایش
کہ تنہا جاں شود اندر فضایش

اختر حسن

بنارس

تناسخ پر عقیدہ رکھنے والے سب یہ کہتے ہیں
بنارس میں جو مر جاتے ہیں وہ بھی زندہ رہتے ہیں

یہ مانا، پھر سے وہ پیوند جسمانی نہیں پاتے
یہ مانا، چشمِ ظاہر بیں کے آگے وہ نہیں آتے

بنارس کا مگر اک سحر کہیے، شعبدہ کہیے
یہاں کی جانفزا آب و ہوا کا معجزہ کہیے

کہ مرنے والے سب قالب بدل کر زندہ رہتے ہیں
مجسّم نور بن کر جاوداں پائندہ رہتے ہیں

بیا اے غافل از کیفیتِ ناز
نگاہے بر پری زادانش انداز

ہمہ جانہائے بے تن کُن تماشا
ندارد آب و خاک ایں جلوہ حاشا

نہادشاں چو بُوے گُل گراں نیست
ہمہ جانند جسمے درمیاں نیست

خس و خارش گلُستاں است گوئ
غبارش جوہرِ جاں است گوئ

دریں دیرینہ دیرستانِ نیرنگ
بہارش ایمن است از گردشِ رنگ

چہ فوردیں، چہ ماہِ دَے چہ مرداد
بہر موسم فضایش جنّت آباد

اِدھر آؤ اِدھر، میخانۂ غفلت کے متوالو
اِدھر دیکھو ذرا اس کے حسینوں پر نظر ڈالو

یہ کوہِ قاف کی پریاں ہیں یا حوریں ہیں جنّت کی
مجسّم ہوگئی ہوں جیسے موجیں نُور و نکہت کی

نہیں حائل ہے پردہ کوئی جسمانی کثافت کا
سراپا پیکرانِ نُور ہیں، اعجازِ قدرت کا

یہاں کے خار و خس میں بھی ہے پھولوں کی سی رعنائی
یہاں کی گرد میں بھی ہے اک اعجازِ مسیحائی

یہ کہنہ دیر، دیرستانِ عالم کا عجوبہ ہے
بدلتے موسموں سے نا شناسا اس کی دنیا ہے

بہاریں یاں خزاں کے خوف سے آزاد رہتی ہیں
کوئی موسم ہو یاں رنگینیاں آباد رہتی ہیں

فلک را قشقہ اش گر بر جبیں نیست
پس ایں رنگینیِ موجِ شفق چیست

سوادش پائے تختِ بُت پرستاں
سراپایش زیارت گاہِ مستاں

عبادت خانۂ ناقوسیاں است
ہمانا کعبۂ ہندوستاں است

بُتانش را ہیولےٰ شعلۂ طور
سراپا نورِ ایزد چشمِ بد دُور

میانہا نازک و دلہا توانا
زنا دانی بکارِ خویش دانا

ز رنگیں جلوہ ہا غارت گرِ ہوش
بہارِ بسترو نوروزِ آغوش

فلک یہ اپنی پیشانی پہ جو قشقہ لگاتا ہے
اسی کے گلشن و گلزار سے سرخی چراتا ہے

بنارس، جانِ جاناں، پائے تختِ بُت پرستاں ہے
بنارس ارضِ خوباں ہے زیارت گاہِ مستاں ہے

بنارس کو عبادت خانۂ ناقوسیاں کہیئے
بنارس کو، بجا ہے، کعبہ ہندوستاں کہیئے

صنم یاں کے بنے ہیں شعلہ ہائے طُور سے گویا
ز سرتا پا عبارت ہیں خدا کے نُور سے گویا

کمر دیکھو تو نازک، دل مگر کتنے توانا ہیں
بظاہر بھولے بھالے ہیں، بکارِ خویش دانا ہیں

نشاطِ جسم و جاں، آرامِ دل، سرمایۂ عشرت
بہارِ بستر و نوروزِ آغوش و مہِ خلوت

بہ لطف از موجِ گوہر نرم روتر
بناز از خونِ عاشق گرم دوتر

بسامانِ دو عالم گلستاں رنگ
زتابِ رخ چراغانِ لبِ گنگ

قیامت قامتاں مژگاں درازاں
زمژگاں بر صفِ دل نیزہ بازاں

رساند از ادائے شست وشوئے
بہر موجے نویدِ آبروئے

اقتباس از چراغِ دیر ڈسمبر ۱۹۷۴ء

شبِ فرقت میں موجِ رنگ و نکہت بن کے آ جائیں
لطافت بن کے آغوشِ تمنّا میں سما جائیں

وہ رخساروں کی تابانی، نظر حیران و ششدر ہے
لبِ گنگا، سراسر اک چراغاں کا سا منظر ہے

قیامت قامتِ بالا، ادا کافر نظر قاتل
دلوں کو بے محابا تیر مژگاں سے کریں گھائل

پری پیکر بنارس کے جو گنگا میں نہاتے ہیں
وہ گویا آبرو ہر موجِ گنگا کی بڑھاتے ہیں

رُباعیاتِ علاّمہ مشرقی

راہے کہ بمنزل نہ رساند کفرست — طاعت کہ حکومت نہ دہاند کفرست
ہر عسر کہ یسرش نہ ہویداست خطاست — اسلام کہ غالب نہ کناند کفرست

وہ راہ جو منزل نہ دکھائے ہے کفر — طاعت جو حکومت نہ دلائے ہے کفر
آسانی کا امکان نہیں مشکل ہے غلط — وہ دین جو غالب نہ بنادے ہے کفر
(۱)

جس راہ سے منزل نہ ملے دھوکہ ہے — طاعت بھی حکومت جو نہ دے دھوکہ ہے
آسانی نتیجہ ہے سدا سختی کا — اسلام جو مغلوب رہے دھوکہ ہے
(۲)

---

(۱) سید معز الدین قادری الملتانی — (۲) حسن الدین احمد
(۳) محمد عبد المقتدر خاں ناظمؔ — (۴) میر ولایت علی
(۵) عبد القیوم خاں باقیؔ

ہاں کفر ہے جو راہ کہ منزل پہ نہ جائے
وہ عمرِ غلط یسر نہ ہو جس کے بعد
ہاں کفر سے طاعت جو حکومت نہ دلائے
ہاں کفر ہے اسلام جو غالب نہ کرائے

(۳)

وہ کفر ہے منزل کو نہ پہنچائے جو راہ
تکلیف سے راحت نہ ملے، گمراہی
وہ کفر ہے طاعت نہ ملے جس سے جاہ
وہ کفر ہے اسلام نہ ہو جس سے تو شاہ

(۴)

جو رہ سوئے منزل نہ چلے کفر ہے کفر
تکلیف جو راحت نہ بنے عین خطا
طاعت جو حکومت نہ کرے کفر ہے کفر
اسلام جو غالب نہ رہے کفر ہے کفر

(۵)

توحید موحّدِ قلوب است بسے | شرک است مُفرّقِ کسے رانہ کسے
از ہم چو جداست قوم صد بت دارند | آقا چو یکے، کار یکے، قوم یکے

توحید سے متحد دلوں کا ہے نظام | ہوتا ہے جدا شرک سے ہر اک کا مقام
جس قوم میں پھوٹ ہے وہاں ہیں ثنویت | آقا ہے جو اک، قوم ہے اک، ایک ہی کام

(۱)

توحید سے ٹوٹے ہوئے دل ملتے ہیں | اور شرک سے تفریق کے در کھلتے ہیں
جو فرقے ہیں وہ قوم کے گویا بُت ہیں | رب ایک تو انسان بھی اک ہوتے ہیں

(۲)

توحید سے دل ہوتے بندوں کے نیک | اے شرک تو تفریق کا اک جال نہ پھینک
بکھرے ہوئے انسانوں کے ہیں سینکڑوں بُت | آقا ہے اگر ایک تو ہے قوم بھی ایک

(۵)

تفریق بہ دیں کنی و مشرک تو نہ؟
پیش بتِ اولاد و زر پیر و کبیر
عشقِ بتِ چیں کنی و مشرک تو نہ؟
پیوستہ جبیں کنی و مشرک تو نہ؟

اس تفرقۂ دیں پہ بھی مشرک نہیں تو؟
اولاد و زر و پیر یا حاکم کے حضور
عشقِ بتِ سیمیں پہ بھی مشرک نہیں تو؟
ہر سجدۂ تمکیں پہ بھی مشرک نہیں تو؟

(۱)

فرقہ بندی میں رہے پھر بھی تو مشرک نہ رہے
حاکم و دولت و اولاد کے بت کے آگے
ہر بتِ چیں سے ملے پھر بھی تو مشرک نہ رہے
روز سجدے بھی کرے پھر بھی تو مشرک نہ رہے

(۴)

بے دین پھرے اور تو مشرک نہ رہے
اولاد و زر و پیر کے آگے ہر دم
ہر بُت سے ملے اور تو مشرک نہ رہے
سجدے میں گرے اور تو مشرک نہ رہے

(۵)

لبِ محشرِ شورِ نغمہ الّا اللہ — دل بتکدۂ انجمنِ حرص و ہوا
اقرار ہمہ غلط، ہمہ مکر و ریا — توحید کجاست بندہ! توحید کجا

لب پہ ہے ذکرِ حق سے محشر برپا — دل میں ہوس و ہوا کا بُت خانہ سجا
اقرار غلط ہے سب ریا کاری ہے — اے بندے بتا! کہاں ہے توحید بتا
(۱)

گر کلمۂ طیب تو رہے وردِ زباں — اور دل میں رہے خواہش اموالِ جہاں
ایمان جو ایسا ہے ریا کاری ہے — شیطاں کی عبادت ہے یہ توحید کہاں
(۴)

ہے نغمۂ توحید سے مسرور زباں — معمور ہے ارمانوں سے دل کا ایواں
اقرار میں مسلم کے ہیں لاکھوں افکار — توحید زمانے میں ہے اے دوست کہاں
(۵)

اے مسلم نابکار و مکّار اجل
کو بندہ کہ خواجہ خط فرستادش واد
بوسہ چہ زنی بنامہ عزّ و جل
بوسہ زندش نظر نہ دارد بہ عمل

اے مسلم بے عمل ریا کے شہکار
آقا نے غلام کو جو نامہ بھیجا
قرآن کو کیوں چوم رہا ہے ہر بار
بوسہ تو دیا خط کو، ہے تعمیل میں عار

(۱)

اے مسلم بدخو کبھی شرماتا ہے
وہ بندہ ہی کیا پڑھ کے جو آقا کا پیام
کیا بوسۂ قرآن پہ اِتراتا ہے
خط چومتا اور کام سے گھبراتا ہے

(۲)

کیا مسلم نابکار شرماتا ہے
وہ بندہ ہی کیا جو پڑھ کے آقا کا پیام
کیا بوسۂ بندگی پہ اِتراتا ہے
خط چومتا بے کار سا ہو جاتا ہے

(۵)

وارستہ زبند فرقہ و لون نہ　　لرزندہ بسے ز مالکِ کون نہ
تسلیم نمی کنی و مسلم شدۂ　　مومن ز کجا شدی چو اعلون نہ

تجھ پر تو ابھی رنگ و وطن کا ہے اثر　　کیا تجھ کو نہیں مالکِ کونین کا ڈر
طاعت کے بغیر بن گیا تو مسلم　　مومن تو نہیں دعوئِ اعلون نہ کر

(۱)

فرقہ و رنگ کی بندش سے رہا ہو نہ سکا　　اللہ کا ڈر دل میں ذرا ہو نہ سکا
تعمیل نہیں کرتا ہے مسلم کیسا　　مومن نہیں جو سب سے بڑا ہو نہ سکا

(۲)

تو فرقہ پرستی سے جدا ہو نہ سکا　　دل میں ترے اک خوفِ خدا ہو نہ سکا
تعمیل نہ کی شرع کی مسلم بن کر　　غالب کبھی مومن کا آنا ہو نہ سکا

(۵)

اے درسِ خدا بہ گوش ناکردہ بشر
دانی ز صلوٰۃ است چہ ات پیشِ نظر
یک امت و یک طاعت و یک امر و امیر
تا حزبِ خدا شوی و غالب یکسر

اے درس خدا کو بھولنے والے بشر
مقصودِ نماز کیا ہے، کچھ ہے بھی خبر
حاکم بھی ہے ایک حکم طاعت بھی ہے ایک
تا لشکرِ حق بن کے ہو غالب سب پر

(۱)

قانون خداوند سے نافہم بشر
کیا جانے نماز سے ہے کیا پیش نظر
یک جان ہوں سب ان کا رہے ایک امیر
تا فوج خدا ہو رہے غالب یکسر

(۲)

بہتر ہے خدائی کا تو قالب ہو جائے
یعنی کہ نماز کا بھی طالب ہو جائے
امت تری ایک اور ہے میری بھی ایک
تا فوج خدائی تری غالب ہو جائے

(۵)

تسبیح چہ می کنی تو اے زاہدِ خام حاشا کہ رسی ازیں مقامے بہ مقام
از خلق بُریدہ ! بایں سُبحہ نگر صد دانہ و یک رشتہ و یک نظم و امام

کیا پڑھتا ہے تسبیح تو اے زاہدِ خام ممکن نہیں مل جائے کوئی اس سے مقام
تسبیح سے لے درس ذرا تارکِ خلق تنظیم ہے سَو دانوں کی اور ایک امام

(۱)

کیوں پھیر میں تسبیح کے ہے زاہدِ خام ہوگا نہ بلند اس سے ترا کوئی مقام
منہ پھیر نہ مخلوق سے تسبیح کو دیکھ اک رشتہ میں سَو دانے ہیں اور ایک امام

(۲)

پڑھتا ہے وظیفہ بہت اے زاہدِ خام کیا پائیگا تو اس سے کچھ اپنا بھی مقام
اے خلق سے دُور دیکھ اپنی تسبیح سَو دانے ہیں اک رشتہ ہے اور ایک امام

(۳)

توحید گر لات و منات است جہاد — محمل بر لیلائے نجات است ج
زندہ ست ہر آں قوم کہ خوش می میرند — اے مسلم بے خبر! حیات است ج

گمراہی میں توحید کی منزل ہے جہاد — لیلائے نجاتِ کل کا محمل ہے جہ
زندہ ہے وہ قوم جو مسرت سے مرے — نادان! یمِ زیست کا ساحل ہے جہ

(۱)

اسلام جو ہے جسم تو ہے جان جہاد — مومن کا حقیقت میں ہے ایمان جہ
اس وقت تک ایماں نہیں ہوتا کامل — جب تک نہ کرے کوئی مسلمان جہا

(۴)

توحید کے پردے میں ہے اسلام جہاد — آدم کی نجات کا ہے پیغام جہاد
وہ قوم ہے زندہ جو ہے خنداں دمِ مرگ — اسلام میں ہے زیست کا اک نام جہا

(۵)

اے مرد جدا کن نبیؐ راز نبیؐ — رازے ز خدا ہم اگر گوش نہی
معبود و عباد چوں یکے حکم یکیست — زیں پس چہ تفاوتے بہ پیغامبری

کرتا ہے نبیؐ سے تو نبیؐ کو بھی جدا — سن غور سے کہتا ہوں میں اک راز خدا
معبود ہے اک حکم ہے اک بندے ایک — پیغمبریِ حق میں نہیں فرق ذرا

(۱)

نبیوں میں نہ کر فرق ہے حکم یزداں — مخلوق کی خدمت میں رہے سرگرداں
مقصود تھا بندوں کو ملانا رب سے — پیغمبریِ حق میں ہے پھر فرق کہاں

(۴)

نبیوں میں نہیں فرق و تفاوت کے نشاں — اک راز خدا تجھ پہ میں کرتا ہوں عیاں
معبود و عباد ایک اور حکم بھی ایک — اللہ کے رسولوں میں ہے پھر فرق کہاں

(۵)

چوں سعی نہ کردہ قضارا چہ گناہ — عزمے نہ کنی بانگ درا را چہ گ
حالا چہ شود چو رخت بربست اجل — قرآں چو نہ دیدہ خدا را چہ گ

کوشش ہی نہ کی کیا ہے قضا پر الزام — بے عزم سفر کیوں ہے، درا پر ا
پیغامِ اجل آگیا اب کیا ہو گا — قرآں نہ پڑھا، رکھ نہ خدا پر الز

(۱

کوشش نہ کی جو ہم نے قضا کا گناہ کیا — عزمِ سفر نہ ہو تو درا کا گنا
جب موت آچکی تو ہیں بے سود کوششیں — سمجھے نہ ہم قرآں تو خدا کا گنا

(۳

کوشش نہیں کی حکم قضا کا ہے گنہ؟ — رستہ نہ چلا بانگ درا کا ہے گ
اب موت نے جب آلیا حاصل کیا ہے؟ — قرآں نہیں پڑھا تو خدا کا ہے

(۵

عزیز جنگ ولاؔ

اتحادِ امّت

بنیادِ اختلاف ز تاریخ عالم است — ایں اختلافِ ما و شما در خورِ غم است
یارانِ مورخین فریقین ذمہ دار — ہر یک بہ دل ز مطلبِ تاریخ برہم است
در رائے ہر یکے بتامّل دلیلِ او — از دیگرے بہ قوّتِ تاریخ محکم است
واحسرتا ہمیں روشِ ما بہ اختلاف — وجہِ عداوت و غضب و خشمِ باہم است
آوخ ز صد کتاب بر اوراقِ روزگار — شیرازۂ مذاہبِ اسلام درہم است
ہے ہے ز اختلافِ فروعاتِ مذہبی — صد فرقہ ہا بجنگ ز یک امتِ نبیؐ
یارانِ ما ز ضعفِ شریعت حذر کنیم — رحمے بحالِ بیکسیِ یکدگر کنیم
اے مومنانِ امتِ پیغمبرؐ خدا — با اتفاق زندگیِ خود بسر کنیم
داریم در سوانحِ تاریخِ اختلاف — بر احتیاطِ خود بہ تامّل نظر کنیم
اے سُنّیاں کلامِ دلِ آزادِ دوستاں — گر ناگوارِ ماست ازاں در گذر کنیم
در سینہ جا دہیم بشوقِ اتفاق را — از دل نفاق را بہ تعدّی بدر کنیم
آں اختلافِ مطلبِ تاریخ در کتاب — از اتفاقِ ما و شما باد نقشِ آب

باقرؔ امانت خانی

اتحادِ امّت

بنیادِ اختلاف ہے تاریخِ روزگار — اس اختلاف ہی سے ہیں آپ اشکبار
اس کے مورخینِ فریقین ہیں سبب — کرتے ہیں یہ تو اپنے ہی مطلب کو آشکار
ہر ایک اپنی رائے پہ لاتا رہا دلیل — کرتا ہے دوسرے پہ یہ تاریخ استوار
افسوس ہے ہماری یہی راہِ اختلاف — آپس میں بن گئی غضب و وجہِ گیر و دار
اوراقِ روزگار پہ ہیں سینکڑوں کتب — شیرازے کا ہے دین کے ان سے ہی انتشار
ہے ہے یہ اختلافِ فروعاتِ مذہبی — سَو فرقوں میں نبی کی ہے امت بٹی ہوئی
اے یارو ناتوانیٔ دیں سے حذر کرو — اس بیکسی کو رحم سے ہی بے اثر کرو
اے امّتِ پیمبرؐ آخر کے مومنو — با اتحاد زندگیٔ خوب بسر کرو
تاریخ میں جو رکھتے ہیں اک اختلاف ہم — اس پر بہ احتیاط و تامل نظر کرو
اے سُنّیو۔ کلامِ دل آزارِ دوستاں — گر ناگوار ہو تو اُسے درگذر کرو
سینوں میں اتفاق کو دو شوق سے جگہ — بالجبر ہی نفاق کو دل سے بدر کرو
رکھتی ہے اختلاف جو تاریخ کی کتاب — اس کو تم اتفاق سے بس کر دو نقشِ آب

یاراں بہ اختلافِ فریقینِ مومنیں
برکارِ خویش دشمنِ دیں است درکمیں

آثارِ اختلاف کند فتنہ ہا بلند
زیں فتنہ ہاست کسرِ نمایاں بہ شانِ دیں

فریادِ من ز مجتہدانِ امامت است
گوشے کنند باز بریں نالۂ حزیں

اے عالمانِ ما کہ ندارید دردِ دل
دارید برمرادِ دلے چشمِ دور بیں

یارب طفیلِ شاہِ شہیدانِ کربلا
توفیقِ خیر بخش بہ دلہائے آں و ایں

آہنگِ دردمند شود ہر دوار پسند
گویند کز دو دوست صدامی شود بلند

(داستانِ غم)

یارو، یہ اختلافِ فریقینِ مومنیں
بیٹھا ہے اپنے کام میں چھپ کر عدوئے دیں

آپس کے اختلاف سے فتنے بلند ہیں
یہ فتنے وہ ہیں گھٹتی ہے جن سے ہی شانِ دیں

فریاد ہے یہ تم سے امامت کے مجتہد
سن لیں بگوشِ قلب مرا نالۂ حزیں

مسلک کے میرے عالمو تم میں نہیں ہے درد
دیکھو مری مُراد کو با چشمِ دُور بیں

یارب طفیلِ شاہِؑ شہیدانِ کربلا
توفیقِ خیر دونوں کے ہو جائے دلنشیں

مسلک ہو دردمندی کا دونوں ہی سے عیاں
کہتے ہیں دونوں ہاتھ سے بجتی ہیں تالیاں

(ترجمہ، ستمبر ۱۹۷۹ء)

صالحہ عرشی

جرعاتِ اقبالؔ

مرا دل بے قرارِ آرزو ہے
میرے سینے میں شورِ ہائے دہو ہے
میں کیا بولوں کہ روز و شب مجھے تو
خود اپنے آپ ہی سے گفتگو ہے

پریشاں گلستاں میں مثلِ بو ہوں
نہ جانے کیوں میں محوِ جستجو ہوں
بَر آئے آرزو یا بَر نہ آئے
شہیدِ سوز و سازِ آرزو ہوں

زمیں کو رازدانِ آسماں کر
مکاں کو شرحِ رمزِ لامکاں کر
ہر اک ذرّہ سوئے منزل رواں ہے
تو ریگِ راہ کو اپنا نشاں کر

خضر سے ایک دن بولا سکندر　　شریکِ سوز و ساز بحر و بر ہو
بس اب تو چھوڑ دے ساحل نشینی　　ذرا طوفاں میں چل اور زندہ تر ہو

ضمیر کن فکاں تیرے سوا کیا　　نشاں بے نشاں تیرے سوا کیا
ذرا بے باک تر ہو زندگی میں　　یہ دُنیا ہے یہاں تیرے سوا کیا

(نیا دور ، جولائی ۱۹۶۰ء)

خطاب بہ مہرِ عالم تاب

اے امیرِ خاور! اے مہرِ منیر!
تو نے ہر شئے کو کیا روشن ضمیر!
تجھ سے ہی سوز و سرور و جستجو
تجھ سے ہر اک شئے میں ہے ذوقِ نمو
ہے یدِ بیضا سے روشن تر ہر آں
تیری کشتی جوئے سیمیں میں رواں
تیرے پَرتو سے ہے روشن ماہتاب
تو نے پتھر کو بنایا لعلِ ناب
لالہ میں سوزِ دروں بھی تجھ سے ہے
اس کی رگ میں موجِ خوں بھی تجھ سے ہے
چاک نرگس نے کئے پردے ہزار
پائی تب تیری شعاعِ تاب دار

لے کے تو اک صبح روشن آگیا
ہر شجر کو نخلِ سینا کر دیا!

تو، فروغِ صبح، میں شامِ فراق
کر مرے دل میں فروزاں اک چراغ

خاک کو میری سراپا نور، کر
اپنے جلوؤں میں مجھے مستور، کر

تا کہ کر دوں شام مشرق کو سحر
سینۂ احرار کو تابندہ تر!

پختہ تر کرتا چلوں ہر خام کو
ذوقِ نو دوں، گردشِ ایام کو

فکرِ مشرق ہو نہ ہو محبوسِ فرنگ
پائے نغموں سے مرے وہ آب و رنگ

ذکر کی گرمی سے ہے یہ زندگی
فکر کی پاکی کا نام آزادگی!

قوم کی جب فکر ہوتی ہے خراب
ہاتھ میں اس کے ہے مٹی سیم ناب

مر گیا سینہ میں جب قلب سلیم
کج ہے پھر اس کی نظر میں مستقیم

جب نہ دیکھے آنکھ رزمِ کائنات
ڈھونڈتی ہے پھر سکوں ہی میں حیات
موج اُس کے بحر میں اُٹھتی نہیں
گوہر اس کا ایک کنکر بھی نہیں
پہلے لازم ہے کہ ہو تطہیرِ فکر
بعد ازاں مشکل نہیں تعمیرِ فکر

(طلوعِ مشرق)

حضورِ حق

کشاد اس قوم کی چاہی ہے میں نے
کہ بے سوزِ یقیں ہیں شیخ جس کے
بہت نادیدنی دیکھے مناظر
"جہاں میں کاش پیدا ہی نہ ہوتے"

نگہہ تیری عتاب آلود کب تک؟
بتانِ حاضر و موجود کب تک؟
بتا تو ہی کہ اولادِ ابراہیمؑ؟
نمک پروردۂ نمرود کب تک؟

سرودِ رفتہ پھر آئے نہ آئے؟
کہ پھر بادِ حجاز آئے نہ آئے؟
اب آ پہنچا ہے میرا وقت آخر؟
پھر اک دانائے راز آئے نہ آئے؟

اگر دانائے راز آجائے کوئی
تو پہنچا دے نوا اس کو یہ میری
کہ کرتی ہے ضمیر امتاں پاک
یہ حکمت نے نوازی یا کلیمی!

(ارمغانِ حجاز)

چوتھے بند کا منظوم ترجمہ۔

اقبال

سلطانِ شہید

بازگوے از ہند و از ہندوستان
آنکہ با کاہش نیرزد بوستان
آنکہ اندر مسجدش ہنگامہ مُرد
آنکہ اندر دیرِ او آتش فسرد
آنکہ دل از بہرِ او، خوں کردہ ایم
آنکہ یادش را بہ جاں پروردہ ایم
از غمِ ماکن غمِ اورا قیاس
آہ زاں معشوق عاشق ناشناس

زندہ رود

ہندیاں منکر ز قانونِ فرنگ
در نگیرد سحر و افسونِ فرنگ
روح را بارِ گراں آئینِ غیر
گرچہ آید ز آسماں آئینِ غیر

سلطانِ شہید

چوں بروید آدم از مشتِ گلے
با دلے، با آرزوئے در دلے
لذتِ عصیاں چشیدن کار اوست
غیرِ خود چیزے نہ دیدن کار اوست
زانکہ بے عصیاں خودی نایدبدست
تا خودی ناید بہ دست آید شکست

مضطر مجاز

سلطانِ شہید

ہاں سُنا کچھ قصّۂ ہندوستان
کاہ سے جس کی ہے کمتر بوستاں

مسجدوں سے جس کی ہو، حق گم ہوئی
آگ جس کے بُت کدوں میں بجھ گئی

جس کی خاطر ہم نے دل خوں کر لیا
یاد جس کی اپنی جاں کا آسرا

کر ہمارے غم سے اس غم کا قیاس
آہ! وہ معشوقِ عاشق نا شناس

زندہ رود

ہندی جھٹلاتے ہیں قانونِ فرنگ
چل سکا ان پر نہ افسونِ فرنگ

روح کو بارِ گراں آئینِ غیر
گرچہ بھیجے آسماں آئینِ غیر

سلطانِ شہید

مُشتِ گِل سے آدمی پیدا ہوا
دل میں لے کر آرزو کا اک دِیا

لذتِ عصیاں اٹھانا اس کا کام
اپنی جانب دیکھے جانا اس کا کام

کیونکہ بے عصیاں خودی آئے نہ ہاتھ
ہو خودی سے دور تو کھا جائے مات

زائرِ شہر و دیارم بوده ای — چشمِ خود را بر مزارم سوده ای
اے شناسائے حدودِ کائنات — در دکن دیدی زِ آثارِ حیات

زنده رود

تخمِ اشکے ریختم اندر دکن — لاله روید ز خاکِ آں چمن
رودِ کاویری مدام اندر سفر — دیده ام در جانِ او شورے دگر

سلطانِ شہید

اے ترا دادند حرفِ دل فروز — از تپِ اشکِ تو می سوزم ہنوز
کاوِ کاوِ ناخنِ مردانِ راز — جوئے خوں بکشاد از رگ ہائے ساز
آں نوا کز جانِ تو آید بروں — می دہد ہر سینه را سوزِ دروں
بوده ام در حضرتِ مولائے کل — آنکه بے او طے نمی گردد سُبل
گرچه آنجا جرأتِ گفتار نیست — روح را کارے بجز دیدار نیست
سوختم از گرمیِ اشعارِ تو — بر زبانم رفت از افکارِ تو!
گفت واین بیتے که برخواندی ز کیست — اندرو، ہنگامه ہائے زندگی است،
با ہمه سوزے که در سازو به جاں — یک دو حرف از ما به کاویری رساں
در جہاں تو زنده رود، او زنده رود — خوشترک آید سرود، اندر سرود

تو نے دیکھے میرے سب شہر و دیار — ٹھنڈک آنکھوں کی تری، ہیرا مزار
اے شناسائے حدودِ کائنات — کیا دکن میں ہیں کچھ آثارِ حیات

زندہ رود

بوئے ہیں میں نے دکن میں تخمِ اشک — جس کے لالے پر کریں تارے بھی رشک
رودِ کاویری سدا گرمِ سفر — اس کی جاں میں ہے بپا شورِ دگر

سلطانِ شہید

اے کہ حاصل تجھ کو حرفِ دل فروز — تیرے اشکوں سے ہوں میں سوزاں ہنوز
کاوُ کاوُ ناخنِ مردانِ راز — کھولے ہوئے خوں بہ صد رگ ہائے ساز
وہ نوا جو تیری جاں میں ہے فزوں — دیتی ہے ہر دل کو اک سوزِ دروں
حضرتِ مولائے کل میں، میں گیا — جن کے بن ہونا نہیں طے راستا
جرأتِ گفتار ہے کس کو وہاں — ہے فقط دیدار، کارِ روح واں
تپ کے تیری گرمیٔ افکار سے — شعر تیرے میرے لب پر آ گئے
آپ نے فرمایا، ہے کس کا کام — زیست کے ہنگامے میں اس میں تمام
ہے تری جاں میں جو اک سوزِ تمام — رودِ کاویری کو دے میرا پیام
تو بھی زندہ رود، وہ بھی زندہ رود — تجھ کو خوش آئے سرود، اندر سرود

پیغامِ سلطان شہید بہ رود کاویری

حقیقتِ حیات و مرگ و شہادت

رود کاویری یکے نرمک خرام
خستۂ شاید کہ از سیرِ دوام

در کہستاں عمرہا نالیدہ ای
راہِ خود کارا بامژہ کاویدہ ای

اے مرا خوشتر زجیجون و فرات
اے دکن را آب تو آبِ حیات

آہ شہرے کو در آغوشِ تو بود
حسن نوشیں جلوہ از نوشِ تو بود

کہنہ گردیدی شبابِ تو ہماں
پیچ و تاب و رنگ و آبِ تو ہماں

موجِ تو جز دانۂ گوہر نہ زاد
طرۂ تو تا ابد شوریدہ باد!

اے ترا سازے کہ سوزِ زندگیست
ہیچ می دانی کہ ایں پیغام کیست

آنکہ می کردی طوافِ سطوتش
بودہ آئینہ دارِ دولتش

آنکہ صحراہا ز تدبیرش بہشت
آنکہ نقشِ خود بخونِ خود نوشت

آنکہ خاکش مرجعِ صد آرزوست
اضطرابِ موجِ تو از خونِ اوست

آنکہ گفتارش ہمہ کردار بود
مشرق اندر خواب و او بیدار بود

اے من و تو موجے از رودِ حیات
ہر نفس دیگر شود ایں کائنات

زندگانی انقلابِ ہر دمے است
زانکہ او اندر سراغِ عالمے است

تار و پودِ وجود از رفت و بود
ایں ہمہ ذوقِ نمود از رفت و بود

دریائے کاویری کے نام سلطان شہید کا پیام

حقیقت حیات و مرگ و شہادت

رودِ کاویری ہے آہستہ خرام
تھک گئی کیا کر کے تو سیرِ دوام
روئی مدت تک کہستانوں میں آہ
اپنی مژگاں سے بنائی اپنی راہ
تجھ پہ ہیں قربان جیحون و فرات
ہے دکن کو تیرا آب آبِ حیات
شہر جو تیرے کنارے ہے بسا
حسنِ نوشیں جلوہ ہے تجھ سے سدا
وہ ہوا کہنہ جواں ہے تو ابھی
اور آب و رنگ ہے تیرا وہی
تیری ہر اک موج گوہر جنم دے
تا ابد تو یوں ہی شوریدہ رہے
اے کہ تیرا ساز سوزِ زندگی
کس کا یہ پیغام ہے، جانا کبھی
اس کی سطوت کا کیا تو نے طواف
اس کی دولت کا ہے تو آئینہ صاف
جس نے صحرا کو کیا جنت نما
نقش اپنا اپنے خوں سے بھر گیا
خاک جس کی مراجعِ صد آرزو
موج مضطر میں تری جس کا لہو

جو سراپا صاحبِ کردار تھا
خواب میں مشرق تھا وہ بیدار تھا

ہیں من و تو موجۂ رود حیات
ہے دگرگوں دمبدم یہ کائنات
زندگی ہے انقلابِ دمبدم
جس کو ہے ہردم سراغِ بیش و کم
زندہ رفت و بود سے ہے ہر وجود
اور رفت و بود سے ذوقِ نمود

جادہ ہا چوں رہرواں اندر سفر
ہر کجا پنہاں سفر ، پیدا خضر
کاروان و ناقہ و دشت و نخیل
ہر چہ بینی نالد از دردِ رحیل
در چمن گل میہمان یک نفس
رنگ و آبش امتحان یک نفس
موسمِ گل ؛ ماتم و ہم نائے و نوش
غنچہ در آغوش و نعشِ گل بہ دوش
لالہ را گفتم یکے دیگر بہ سوز
گفت راز ما نمی دانی ہنوز

از خس و خاشاک تعمیر وجود
غیر حسرت چیست؟ پاداش نمود

در سرائے ہست و بود آئی ؛ میا
از عدم سوئے وجود آئی ؛ میا
ور بیائی چوں شرار از خود مرو
در تلاشِ خرمنے آوارہ شو
تاب و تب داری اگر مانندِ مہر
پا بنہ در وسعت آباد سپہر
کوہ و مرغ و گلشن و صحرا بسوز
ماہیاں را در تہہ دریا بسوز
سینۂ داری اگر درخورد تیر
در جہاں شاہیں بزی شاہیں تمیز
زانکہ در عرض حیات آمد ثبات
از خدا کم خواستم طولِ حیات

زندگی را چیست اسم و دیں و کیش ؟
یک دم شیری بہ از صد سال میش

زندگی محکم ز تسلیم و رضائت
موت بزنج و طلسم و سیمیائت
بندۂ حق ضیغم و آہو مت مرگ
یک مقام از مقام اوست مرگ
ی فتد بر برگ آں مردِ تمام
مثل شاہینی کہ افتد بر حمام
ہر زماں میرد غلام از بیم مرگ
زندگی او را حرام از بیم مرگ

مثلِ رہرو راہ بھی گرمِ سفر ہر کہیں پنہاں سفر، پیدا خضر
کارواں و ناقہؑ و دشت و نخیل سب کو رلاتا ہے اک دردِ رحیل
گل چمن میں میہمانِ یک نفس رنگ و بو ہے امتحانِ یک نفس
فصلِ گل ماتم بھی، نالے و نوش بھی غنچہ پرور، نقشِ گل بر دوش بھی
میں نے لالے سے کہا، دکھلاوہ سوز بولا میرا راز ہے، پنہاں ہنوز

خار و خس ہی سے ہے تعمیرِ وجود
غیرِ حسرت کیا ہے پاداشِ نمود

ہو نہ جلوہ آشنائے ہست و بود کیوں عدم سے آگیا سوئے وجود
آگیا تو ہاتھ پھر خود سے نہ دھو کر تلاشِ خرمن اور آوارہ ہو
تاب و تب رکھتا ہے گر مانندِ مہر تیری منزل وسعتِ آبادِ سپہر
کوہ و مرغ و گلشن و صحرا، جلا مچھلیوں کو بھی تہہِ دریا جلا
تیر کے قابل ترا سینہ ہے گر مثلِ شاہیں جی، مثالِ باز مر
جب ہے عرضِ زیست کو حاصل ثبات حق سے مانگوں کس لئے طولِ حیات

زندگی کو کیا ہے رسم و دیں و کیش
اک دمِ شیری پہ قرباں عمرِ میش

زندگانی کیا ہے؟ تسلیم و رضا موت؟ نیرنگ و طلسم و سیمیا
مردِ حق ہے شیر اور آہو ہے موت ایک ہے اس کے مقاموں میں سے موت
وہ جھپٹتا موت پر ہے اس طرح شاہیں جھپٹے طائروں پر جس طرح
موت کے ڈر سے مرے ہر دم غلام زیست خوفِ مرگ سے اس کی حرام

بندۂ آزاد را شانے دگر — مرگ او را می دہد جانے دگر
او خود اندیش است و مرگ اندیش نیست — مرگِ آزاداں ز آنے بیش نیست
بگذر از مرگے کہ سازد با لحد — زانکہ ایں مرگ است مرگِ دام و دد
مردِ مومن خواہد از یزدانِ پاک — آں دگر مرگے کہ برگیرد ز خاک
آں دگر مرگ انتہائے راہ شوق — آخریں تکبیر در جنگاہِ شوق
گرچہ ہر مرگ است بر مومن شکر — مرگِ پور مرتضےٰ چیزے دگر
جنگِ شاہانِ جہاں، غارتگری است — جنگ مومن سنتِ پیغمبری است
جنگ مومن چیست، ہجرت سوئے دوست — ترک عالم، اختیار کوئے دوست
آنکہ حرفِ شوق با اقوام گفت — جنگ را رہبانی اسلام گفت
کس نہ داند جز شہید ایں نکتہ را
کو، بخوں خود خرید ایں نکتہ را

(جاوید نامہ)

بندۂ آزاد کی ہے شان اور
موت اس کو بخشتی ہے جان اور

موت کا اندیشہ ہے اس کو کہیں
ایک پل سے بڑھ کے موت اس کی نہیں

الحذر جو مرگ پہونچائے لحد
کیونکہ ہے وہ مرگ، مرگِ دام و دد

مردِ مومن مانگے ربِ پاک سے
موت جو اس کو نکالے خاک سے

ہے وہی موت انتہائے راہِ شوق
آخری تکبیر در جنگاہِ شوق

ہے شکر ہر موت مومن کے لئے
مرگِ ابنِ مرتضیٰ کچھ اور ہے

جنگِ شاہانِ جہاں غارت گری
جنگِ مومن سنتِ پیغمبری

جنگِ مومن کیا ہے؟ ہجرت سوئے دوست
ترکِ عالم، اختیارِ کوئے دوست

سرورِ عالم بھی یہ فرما گئے
جنگ اک رہبانیِ اسلام ہے

جز شہید اس نکتے کو جانے نہ کوئی
دے نہ جب تک جان پہچانے نہ کوئی

مطبوعاتِ وِلا اکیڈمی

مفہوم القرآن (پارہ ۱ تا ۶)	کیف بھوپالی	فی پارہ	۳-۰۰
اُردو الفاظ شماری	حسن الدین احمد		۱۵۰-۰۰
مقدمہ اُردو الفاظ شماری	حسن الدین احمد		۵-۰۰
انجمن (سوانحی مضامین کا مجموعہ)	حسن الدین احمد		۱۵-۰۰
سازِ مغرب (حصہ ۱ تا ۷)	حسن الدین احمد	فی حصہ	۲۰-۰۰
سازِ مشرق حصہ اول	حسن الدین احمد		۲۰-۰۰
داستانِ غم (فارسی) طبع دوم	شمس العلماء نواب عزیز جنگ ولا		۲۰-۰۰
ولائے حافظ (فارسی)	شمس العلماء نواب عزیز جنگ ولا		۳۰-۰۰
تاریخ النوائط حصہ اول طبع دوم	〃 〃 〃 〃		۲۰-۰۰
جامع العطیات	ضیاء الدین شکیب و حسن الدین احمد		۴۵-۰۰
وجود و شہود شعری مجموعہ	عطا کلیانوی		۴-۰۰
انجمن در انجمن	〃 نواب نظر الدین خاں صاحب		۸-۵۰
جوہر اندیشہ	〃 〃 〃 〃		۲۰-۰۰

ولا اکیڈمی عزیز باغ - سلطان پورہ حیدرآباد ۵۰۰۰۲۴